اسلامی بینکاری کے بارے میں عمومی سوالات

تحریر و ترتیب
عمران احمد
غلام شبیر
منیر احمد
(شعبہ اسلامی بینکاری)

ترجمہ
شجاعت علی
عالیہ کھانگھرو
(شعبہ تحقیق)

اسٹیٹ بینک آف پاکستان

حصہ اوّل: ربا اور سود **1**

سوال نمبر 1: اسلامی بینکاری کیا ہے؟ 1

سوال نمبر 2: اسلامی بینکاری کا فلسفہ کیا ہے؟ 1

سوال نمبر 3: ربا سے کیا مراد ہے؟ 1

سوال نمبر 4: سود کیا ہے؟ کیا ربا اور سود میں کوئی فرق ہے؟ 1

سوال نمبر 5: ربا کی کتنی اقسام ہیں؟ 2

سوال نمبر 6: قرآن پاک کی کن آیات میں ربا/ سود کی ممانعت کی گئی ہے؟ 3

سوال نمبر 7: ربا/ سود کے متعلق احادیث و روایات میں کیا کہا گیا ہے؟ 4

سوال نمبر 8: کیا قرآن پاک کے علاوہ دیگر مذہبی کتابوں میں بھی ربا/ یوژری (usury) کی ممانعت ہے؟ 5

سوال نمبر 9: کیا سود / ربا کا تعلق صرفی قرضوں سے ہے یا اس کا اطلاق تجارتی نوعیت کے قرضوں پر بھی ہوتا ہے؟ 5

سوال نمبر 10: کیا ربا کی ممانعت کا اطلاق غیر مسلموں پر بھی یکساں طور پر ہوتا ہے؟ 6

سوال نمبر 11: روایتی بینکاری اور اسلامی بینکاری میں کیا فرق ہے؟ 6

سوال نمبر 12: اسلامی بینکاری کے بنیادی اصول کیا ہیں؟ 6

سوال نمبر 13: شریعت/ اسلامی قانون سے کیا مراد ہے؟ 7

سوال نمبر 14: اسلامی بینکاری اور روایتی بینکاری کے حتمی نتائج میں مماثلت کیوں پائی جاتی ہے؟ 8

سوال نمبر 15: اگر اسلامی بینک سود پر مبنی سرگرمیوں میں سرمایہ کاری نہیں کرتے تو پھر وہ اپنے صارفین کو ادا کرنے کے لیے منافع کیسے حاصل کرتے ہیں؟ 8

سوال نمبر 16: کیا اسلامی بینک تجارت اور سرمایہ کاری کے منافع کے نام پر سود کی ادائیگی نہیں کر رہے؟ 8

سوال نمبر 17: کیا اسلامی بینک منافع کا تعین کرتے ہوئے کائبور (KIBOR) جیسے سود پر مبنی نظام کو نمونے کے طور پر استعمال کرتے ہیں؛ پھر یہ کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی بینکاری واقعتاً اسلامی ہے؟ 9

سوال نمبر 18: کیا اسلامی بینکاری صرف مسلمانوں کے لیے ہے؟ 9

حصہ دوئم: اسلامی مالکاری کے طریقے: **10**

سوال نمبر 19: اسلامی بینکاری اور مالکاری کے اہم طریقے کون سے ہیں؟ 10

سوال نمبر 20: مضاربہ سے کیا مراد ہے؟ 10

سوال نمبر 21: مشارکہ کا کیا مطلب ہے؟ 11

سوال نمبر 22: مرابحہ کیا ہے؟ 12

سوال نمبر 23: مرابحہ لین دین کے بنیادی قواعد وضوابط کیا ہیں؟ 12

سوال نمبر 24: مرابحہ کو اسلامی بینکوں میں کس طرح استعمال کیا جاتا ہے؟ 13

سوال نمبر 25: بیع مؤجل سے کیا مراد ہے؟ 13

سوال نمبر 26: مساومہ کیا ہے؟ 14

سوال نمبر 27: اجارہ کیا ہے؟ 14

سوال نمبر 28: اجارہ کے اہم خدوخال کیا ہیں؟ 14

سوال نمبر 29: روایتی رہن مالکاری اور اسلامی رہن مالکاری میں کیا فرق ہے؟ 15

سوال نمبر 30: اجارہ میں عام طور پر کرائے کی رقم کو LIBOR/KIBOR جیسے سود پر مبنی نمونے کے ساتھ منسلک کیا جاتا ہے۔ کیا یہ سود پر مبنی مالکاری نہیں ہے؟ 15

سوال نمبر 31: شرح سود میں تغیر پذیری کا رجحان برقرار رہتا ہے اور کرائے کی رقم کو شرح سود سے منسلک کرنے کے نتیجے میں غیر یقینی صورتحال (غرر) پیدا ہوتی ہے، جس کی شریعت میں اجازت نہیں دی گئی ہے۔ ایسے حالات میں معاہدہ اجارہ کو کس طرح جائز کہا جائے گا؟ 16
سوال نمبر 32: اجارہ والاقتناء سے کیا مراد ہے؟ 16
سوال نمبر 33: بیع سلم سے کیا مراد ہے؟ 16
سوال نمبر 34: استصناع کیا ہے؟ 17
سوال نمبر 35: استصناع اور اجارہ میں کیا فرق ہے؟ 18
سوال نمبر 36: استصناع اور سلم میں کیا فرق ہے؟ 18
سوال نمبر 37: کیا اسلامی بینک کو ادائیگی میں تاخیر پر جرمانہ عائد کرنے کا اختیار حاصل ہے؟ 18
سوال نمبر 38: کیا اسلامی بینک صارفین کی جانب سے ادائیگی میں تاخیر یا نادہندگی کی صورت میں زرتلافی یا نقصانات کے ازالے کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟ 19
سوال نمبر 39: بعض اوقات اسلامی بینکوں کی مالکاری روایتی بینکوں کی نسبت زیادہ مہنگی ہوتی ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ 19
سوال نمبر 40: کیا اسلامی شریعت میں ہنڈیوں کی بٹہ گری (Discounting) کی اجازت دی گئی ہے؟ 19

حصہ سوئم: اسلامی بینکاری کے عملی پہلو **20**
سوال نمبر 41: اگر اسلامی بینک سود پر رقم نہیں دیتے تو پھر ذیل میں دیئے گئے زمروں کے لیے مالکاری کا کون سا طریقہ اختیار کیا جائے گا۔ 20
الف۔ تجارت وصنعت کی مالکاری کے طریقے 20
ب۔ بجٹ خسارے کی مالکاری کے طریقے 20
ج۔ غیر ملکی قرضوں کا حصول 20
سوال نمبر 42: اگر بینکاری بلا سود لین دین پر مبنی ہو تو عملی صورتحال کیا ہوگی؟ 21
سوال نمبر 43: کیا ہمیں حقیقی معنوں میں اسلامی بینکوں کی ضرورت ہے؟ 21
سوال نمبر 44: کیا اسلامی بینکاری میں ترقی کرنے کی صلاحیت ہے؟ 22
سوال نمبر 45: اسلامی بینکاری کس طرح روایتی بینکاری سے مختلف ہے؟ 23
سوال نمبر 46: اسلامی بینکاری ادارے کالے دھن کو سفید بنانے اور اس نوع کی دیگر غیر قانونی سرگرمیوں سے کس طرح خود کو محفوظ رکھ سکتے ہیں؟ 24

حصہ چہارم: پوری معیشت پر اسلامی بینکاری اور مالیات کا اطلاق **25**
سوال نمبر 47: کیا کوئی اسلامی ملک کامیابی کے ساتھ اسلامی مالیات کے اصولوں کے تحت اپنی معیشت کو ڈھال سکتا ہے؟ نیز اس کی کامیابی کے عوامل کیا ہوں گے؟ 25
سوال نمبر 48: معیشت سے سود پر مبنی تمام لین دین کے خاتمے کے قومی و بین الاقوامی سطح پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟ 25
سوال نمبر 49: بہت سے اسلامی ممالک عالمی بینک اور آئی ایم ایف جیسے عالمی مالیاتی اداروں سے قرضہ لینے پر خاصا انحصار کرتے ہیں۔ اگر مسلم ممالک کی معیشتوں سے سود کو ختم کر دیا جائے تو وہ کس طرح ان اداروں اور ممالک کے ساتھ معاملات کریں گے؟ 27
سوال نمبر 50: کیا کسی ملک کی معاشی ترقی میں اسلامی بینکاری کوئی کردار ادا کر سکتی ہے؟ 29

حصہ اوّل: ربا اور سود

سوال نمبر 1: اسلامی بینکاری کیا ہے؟

جواب: اسلامی بینکاری ایک ایسا بینکاری نظام ہے جو اپنی روح اور اخلاقیات کے لحاظ سے اسلام کے نظام اقدار سے پوری طرح ہم آہنگ ہو اور اسے شرعی اصولوں کے مطابق چلایا جائے جبکہ بلاسود بینکاری ایک محدود تصور ہے جس میں ایسے بینکاری آلات یا سرگرمیوں کو شامل کیا جاتا ہے جو سود سے پاک ہوں۔ عمومی اصطلاح میں اسلامی بینکاری نہ صرف شریعت میں ممنوع قرار دیے جانے والے سودی لین دین سے گریز پر زور دیتی ہے بلکہ اس میں غیر اخلاقی اور غیر سماجی کاروبار پر بھی قدغن عائد کی جاتی ہے۔ عملی طور پر اسلامی بینکاری سے مراد قرضے دینے کے روایتی طریقوں کو ایسے مالی لین دین میں تبدیل کرنا ہے جو اثاثوں اور خدمات پر مبنی ہو۔

سوال نمبر 2: اسلامی بینکاری کا فلسفہ کیا ہے؟

جواب: اسلامی بینکاری کے فلسفے کو شریعت سے اخذ کیا گیا ہے۔ شریعت کے مطابق اسلامی بینکاری میں سود/ ربا (وہ اضافی رقم جس کا مطالبہ قرض دینے یا لینے پر کیا جائے) پر مبنی کسی بھی قسم کے لین دین کی ممانعت ہے جبکہ ایسے لین دین کی اجازت بھی نہیں ہے جن میں غرر[1] یا میسر[2] کا عنصر موجود ہو۔ مزید برآں اسلامی بینک کو ایسی کسی بھی مالی سرگرمی سے منع کیا گیا ہے جسے اسلام میں حرام قرار دیا گیا ہو۔ اسلامی بینک سرمایہ کاری آلات کے ذریعے ایسے نفع کے حصول پر توجہ مرکوز رکھتے ہیں جو شریعت کے مطابق ہو۔ شریعت میں سرمائے پر نفع کو اس کی کارکردگی سے منسلک کیا گیا ہے۔ اسلامی بینک شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے ایسی بینکاری سرگرمیاں انجام دیتے ہیں جو اسلامی مالیات کے مختلف آلات کے ذریعے ہونے والی تجارت اور سرمایہ کاری کے خطرات میں شراکت کے اصولوں پر مبنی ہوتی ہیں۔ قرآن پاک کی آیت 2:275 میں خطرے سے پاک منافع اور تجارت کی ممانعت کے باعث اسلامی مالی نظام میں مالی سرگرمیوں کو اثاثہ جاتی ہونا چاہیے جبکہ ان میں 'اضافہ قدر' کی صلاحیت کا ہونا بھی ضروری ہے۔

سوال نمبر 3: ربا سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''ربا'' کا لفظی مطلب اضافہ، بڑھنا یا تجاوز ہے۔ شرعی اصطلاحات کی تشریح کے مطابق ربا سے مراد کسی قرض یا دین کی مد میں (اس میں زر کی وقتی قدر کو شامل نہیں کیا جاتا) دیا جانے والا زائد زر تلافی ہے۔ ربا کی اس تعریف کو قرآن پاک سے اخذ کیا گیا ہے اور یہ تمام علما کے لیے قابل قبول ہے۔[3]

ذیل میں دی گئی قرآنی آیات میں ربا کے مطلب کی وضاحت کی گئی ہے (سورۃ البقرۃ 2:278-9)۔

'' اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اگر تم مومن ہو تو سود میں سے جو باقی رہ گیا ہے، اسے چھوڑ دو۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کا اعلان سن لو۔ لیکن اگر تم نے توبہ کر لی تو اصل زر تمہارا ہے؛ تم غلط نہیں کرو گے تو تمہارے ساتھ بھی غلط نہیں ہو گا۔''

سوال نمبر 4: سود کیا ہے؟ کیا ربا اور سود میں کوئی فرق ہے؟

جواب: سترہویں صدی میں عالمی سطح پر بینکاری نظام کے وجود میں آنے کے بعد سود کی اصطلاح نمایاں ہو کر منظر عام پر آئی۔ سود کا مطلب قرض لینے یا دینے کے عوض دی یا لی جانے والی اضافی رقم ہے۔ اس لیے سود اور ربا میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس کی مزید وضاحت یوں کی جا سکتی ہے'' ایسا قرضہ جس پر

---

1 معاہدے پر کنٹرول یا اطلاعات کی کمی کے باعث غیر یقینی یا ابہام کی بڑھتی ہوئی سطح

2 قسمت کا کھیل

3 ڈاکٹر محمد عمران اشرف عثمانی (2002) Meezan Bank's Guide to Islamic Banking، دارالاشاعت، کراچی، پاکستان، صفحہ نمبر 45

سود کا لین دین کیا جائے اسے ربا کہتے ہیں۔"[4]
فقہ کے ہر مکتبہ فکر کے علما اس بات پر متفق ہیں کہ سود اپنی تمام صورتوں میں ربا ہی ہے۔[5]

سوال نمبر 5: ربا کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب: ربا کی دو اقسام ہیں:
(الف) ربا النسیہ / ربا القرآن
(ب) ربا الفضل/ربا الحدیث

الف) ربا النسیہ / ربا القرآن
قرآن پاک کی سورۃ البقرۃ (2-279) میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"۔۔۔۔اگر تم نے توبہ کر لی تو اصل زر تمہارا ہے"۔

حارث ابی اسامہ نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے کہ سیدنا علیؓ اکثر کہا کرتے تھے کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

كل قرض جر منفعة فهو ربا
" ہر وہ قرضہ جس سے فائدہ (قرض دینے والا) اٹھایا جائے وہ ربا کہلائے گا"[6]

ربا النسیہ / سود کی مثال: اگر شخص الف 100 روپے شخص ب کو اس شرط پر ادھار دیتا ہے کہ شخص ب اسے ایک ماہ بعد 110 روپے واپس کر دے گا۔ اس معاملے میں اضافی رقم 10 روپے ہے جو ربا کہلائے گی۔

ب) ربا الفضل/ربا الحدیث:
ابوسعید الخدریؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

"سونے کے بدلے سونا، چاندی کے بدلے چاندی، جو کے بدلے جو، کھجور کے بدلے کھجور اور نمک کے بدلے نمک، جیسے کے بدلے جیسا، ادائیگی ہاتھ کے ہاتھ۔ اگر کوئی زیادہ دیتا ہے یا اس کا تقاضا کرتا ہے تو وہ ربا میں کاروبار کر رہا ہے۔ جسے لینے اور دینے والا دونوں برابر کے قصوروار ہیں۔"[7]

مذکورہ تعریف کو مدنظر رکھتے ہوئے معاشی لحاظ سے مبادلے میں ایک کلوگرام گندم کے بدلے ڈیڑھ کلوگرام گندم کا حصول غیر منطقی ہے۔ اس لیے کچھ فقہا کے مطابق ربا الفضل پر اس لیے پابندی عائد کر دی گئی ہے کیونکہ اس کی ممانعت نہیں کی گئی تھی۔ اسے ربا النسیہ کے حصول کے لیے ایک حیلے کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ حدیث میں بیان کردہ چھ اجناس میں سے سونا اور چاندی اس دور میں استعمال ہونے والے اجناسی زرکی نمائندگی کرتی ہیں۔ سونے اور چاندی کی ایک بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ وہ زری اجناس ہیں۔ حدیث میں بیان کردہ چھ اجناس کو کسی نہ کسی دور میں آلہ مبادلہ کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا ہے۔

---

[4] ڈاکٹر محمد عمران اشرف عثمانی (2002) Meezan Bank's Guide to Islamic Banking، دارالاشاعت، کراچی، پاکستان، صفحہ نمبر 48
[5] ڈاکٹر محمد عمران اشرف عثمانی (2002) Meezan Bank's Guide to Islamic Banking، دارالاشاعت، کراچی، پاکستان، صفحہ نمبر 45
[6] السیوطی، الجامع الصغیر جلد دوئم صفحہ نمبر 94
[7] صحیح مسلم، کراچی، جلد دوئم صفحہ نمبر 25

ازمنہ وسطیٰ میں صرف پہلی شکل (ربا النسیہ) کو ہی ربا کہا جاتا تھا تاہم حضرت محمد ﷺ نے اس کی دوسری شکل ربا الفضل کو بھی ربا ہی قرار دیا ہے۔[8]

سوال نمبر 6: قرآن پاک کی کن آیات میں ربا/ سود کی ممانعت کی گئی ہے؟

جواب: ربا کے متعلق قرآن میں چار مختلف مقامات ومواقع پر آیات موجود ہیں۔

الف) پہلی وحی: سورۃ الروم کی آیت 39 میں ربا کی حوصلہ شکنی ان الفاظ میں کی گئی ہے:

و ما اتَیْتُم مِّن رِّبا لیر بو ا فی اموال الناس فلابر بوا عنداللّٰہ

''اور جوتم سود دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں اضافہ ہوتو اللہ کے نزدیک اس میں اضافہ نہیں ہوتا''۔

ب)دوسری وحی: سورۃ االنساء میں مسلمانوں کو یہودیوں کی جانب سے ربا لینے کے کاروبار کے متعلق آگاہ کردیا گیا ہے:

واَخذِھم الربوا وقد نُھوا عنه

''اوراس وجہ سے کہ وہ سود لیتے تھے حالانکہ انہیں اس سے منع کیا گیا تھا''(سورۃ النساء 161-4)

ج) تیسری وحی: سورۃ آل عمران کی تیسری آیت میں ربا/ سود کو ختم کرنے کے احکامات دیئے گئے ہیں۔ ذیل میں دی گئی آیت میں ربا کی ممانعت کی گئی ہے۔

یایھا الذین آمنو ا لا تا کلو ا الربٰو اضعفا مضٰعفة

''اے ایمان والو! سود نہ کھایا کرو، دگنا اور چارگنا''(سورۃ آل عمران 130-3)۔

د) چوتھی وحی: چوتھی وحی میں واضح طور پر ربا کی تمام صورتوں کی ممانعت کردی گئی ہے اوراس کے متعلق سورۃ البقرۃ کی آیات 275 تا 281 کو ذیل میں دیا گیا ہے:

ٱلَّذِينَ يَأْكُلُونَ ٱلرِّبَوٰاْ لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ ٱلَّذِى يَتَخَبَّطُهُ ٱلشَّيْطَـٰنُ
مِنَ ٱلْمَسِّ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوٓاْ إِنَّمَا ٱلْبَيْعُ مِثْلُ ٱلرِّبَوٰاْ وَأَحَلَّ ٱللَّهُ ٱلْبَيْعَ
وَحَرَّمَ ٱلرِّبَوٰاْ فَمَن جَآءَهُۥ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّهِۦ فَٱنتَهَىٰ فَلَهُۥ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُۥٓ
إِلَى ٱللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُوْلَـٰٓئِكَ أَصْحَـٰبُ ٱلنَّارِ هُمْ فِيهَا خَـٰلِدُونَ ﴿٢٧٥﴾ يَمْحَقُ
ٱللَّهُ ٱلرِّبَوٰاْ وَيُرْبِى ٱلصَّدَقَـٰتِ وَٱللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ ﴿٢٧٦﴾
إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّـٰلِحَـٰتِ وَأَقَامُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُاْ ٱلزَّكَوٰةَ لَهُمْ
أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٢٧٧﴾ يَـٰٓأَيُّهَا
ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَذَرُواْ مَا بَقِىَ مِنَ ٱلرِّبَوٰٓاْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ
﴿٢٧٨﴾ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُواْ فَأْذَنُواْ بِحَرْبٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ
رُءُوسُ أَمْوَٰلِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ﴿٢٧٩﴾ وَإِن كَانَ ذُو عُسْرَةٍ
فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ وَأَن تَصَدَّقُواْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢٨٠﴾
وَٱتَّقُواْ يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى ٱللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ
وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٨١﴾

[8] ڈاکٹر محمد عمران اشرف عثمانی(2002)Meezan Bank's Guide to Islamic Banking، دارالاشاعت، کراچی، پاکستان، صفحہ نمبر45

''جو سود کھاتے ہیں وہ قبروں سے ایسے اٹھیں گے جیسے کسی جن نے انہیں دیوانہ کردیا ہے۔ اس لیے کہ وہ کہتے تھے:'' تجارت ربا ہی کی طرح ہے۔ اور خدا نے تجارت کی اجازت دی ہے جبکہ ربا کو ممنوع قرار دے دیا۔ تو جس کے پاس اللہ کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ سود لینے سے باز آ گیا تو پہلے جو ہو چکا وہ اس کا رہا اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد اور جو پھر لینے لگا تو یہ لوگ دوزخی ہو گئے۔ وہ ہمیشہ ہی دوزخ میں جلتے رہیں گے۔ اللہ سود کو ختم اور خیرات میں برکت دیتا ہے۔ اور اللہ کسی گناہ گار بے ایمان شخص کو پسند نہیں کرتا۔ بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے اور نماز پابندی کے ساتھ ادا کرتے رہے، زکوۃ دیتے رہے تو ان کے لیے ان کا انعام رب کے پاس ہے اور آخرت میں انہیں نہ کوئی خوف ہوگا، نہ کوئی غم۔ اے ایمان والو، خدا سے ڈرو اور اگر تم واقعی اللہ پر کامل یقین رکھتے ہو تو جو کچھ مال سود کا باقی ہے اسے چھوڑ دو۔ لیکن اگر تم ایسا کرنے میں ناکام رہے تو سن لو، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی جانب سے اعلان جنگ ہے۔ اگر تم نے توبہ کر لی تو تم کو اصل اموال مل جائیں گے۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو گے اور نہ تم پر کوئی ظلم کرے گا۔ اور اگر کوئی تنگدست ہو تو آسودگی آنے تک اسے مہلت دینے کا حکم ہے۔ اگر معاف ہی کر دو تو تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو (کہ یہ ثواب کا کام ہے)۔ اور اس دن سے ڈرتے رہو جس دن تم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، تب ہر شخص کو اس کے عمل کا پورا پورا صلہ ملے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔'' (سورۃ البقرۃ 2:275-281)

سوال نمبر 7: ربا/سود کے متعلق احادیث[9] و روایات میں کیا کہا گیا ہے؟

جواب: اسلامی فقہا اور علما کے مطابق حضرت محمد ﷺ کی جانب سے ربا کے موضوع اور اس کی ممانعت کے متعلق تقریباً 40 احادیث موجود ہیں۔

ان میں سے چند یہ ہیں:

1۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے: حضرت محمد ﷺ نے سود لینے اور دینے والے، اس کا اندراج کرنے والے اور اس لین دین کے عینی شاہدین پر لعنت بھیجی ہے اور فرمایا:'' وہ سب برابر کے شریک ہیں (جرم میں)۔''[10]

2۔ جابر ابن عبداللہؓ نے رسول ﷺ کے حجۃ الوداع کے متعلق بیان کرتے ہوئے کہا: رسول اللہ ﷺ نے اجتماع سے خطاب میں فرمایا:'' جاہلیت کے دور کے تمام ربا کو کالعدم قرار دیا جاتا ہے۔ پہلا ربا جسے میں کالعدم قرار دیتا ہوں وہ ہمارا ہے اور عباس ابن عبدالمطلب (آنحضرت کے چچا) کی طرف نکلتا ہے۔ اسے مکمل طور پر کالعدم قرار دیا جاتا ہے۔''[11]

3۔ حضرت عبداللہ ابن حنظلہؓ سے روایت ہے: حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:'' اگر کوئی شخص جانتے بوجھتے ہوئے ربا کا ایک درہم بھی خریدتا ہے تو وہ چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے بھی بدتر ہے''۔[12]

4۔ بیہقی نے بھی مندرجہ بالا حدیث کو شعب الایمان میں اس اضافے کے ساتھ رقم کیا ہے کہ'' جس کے گوشت کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہے، اس کے لیے دوزخ ہی بہتر ہے۔''

5۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے: حضرت محمد ﷺ نے فرمایا'' معراج کی رات میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا جن کے معدے ایسے گھر تھے جن میں باہر سے سانپوں کو دیکھا جا سکتا تھا۔ میں نے جبرائیل سے پوچھا یہ لوگ کون ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے سود لیا تھا۔''[13]

6۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے: آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا:'' ربا کے ستر جز ہیں، ان میں سب سے کم سنگین جز ایک شخص کے اپنی ماں سے زنا کرنے کے برابر ہے۔''[14]

7۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے: حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:'' بنی نوع انسان پر یقیناً ایسا وقت ضرور آئے گا جب ہر شخص ربا لے رہا ہوگا اور اگر وہ ایسا کرنے سے گریز کرے تب بھی اس کی گرد ضرور اس شخص تک پہنچے گی۔''[15]

9 حدیث کا مطلب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے قول، فعل و تصدیق

10 مسلم، کتاب المساقات، باب لعن آکل الربا وموکلہ، نیز ترمذی اور مسند احمد

11 مسلم کتاب الحج، باب حجۃ النبی سے روایت

12 مشکوٰۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الربا، مسند احمد اور دارقطنی سے روایت

13 ابن ماجہ، کتاب التجارت، باب التغلیظ فی الربا اور مسند احمد سے روایت

14 ابن ماجہ سے روایت

15 ابو داؤد، کتاب البیوع، باب فی اجتناب الشبہات کے علاوہ ابن ماجہ سے روایت

8۔حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:" خدا چار افراد کو جنت میں داخل ہونے اور اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کی اجازت نہ دینے میں حق بجانب ہوگا : وہ جو عادتاً شراب پیتا ہے، وہ جو سود لیتا ہے،وہ جو کسی حق کے بغیر یتیموں کی جائیداد غصب کرلے اور وہ اپنے والدین کا نافرمان ہوگا۔"[16]

سوال نمبر 8: کیا قرآن پاک کے علاوہ دیگر مذہبی کتابوں میں بھی ربا/ سود (usury) کی ممانعت ہے؟

جواب: ربا/ سود (usury) کی ممانعت کے متعلق عہد نامہ قدیم کے حوالوں کو ذیل میں دیا گیا ہے۔[17]

التثنیہ 23:19 : "تمہیں اپنے بھائیوں کو سود (usury) پر قرض نہیں دینا چاہیے : زر پر سود،خوراک پر سود،کسی بھی چیز کی جو کہ سود پر لی گئی ہو۔"

مناجات 15:1,2,5 : " اے خدا،کون تیرے جھونپڑے میں قیام کرے گا؟ کون تیری مقدس پہاڑی پر رہے گا؟ وہی جو سیدھے راستے پر چلے گا ،نیک عمل کرے گا اور دل سے سچ بولتا ہے۔ وہ جو اپنی دولت کو سود کے لیے استعمال نہیں کرے گا اور نہ ہی بے گناہ سے کسی صلے کی توقع رکھے گا۔"

ضرب المثال 28:8 : " وہ شخص جو سود اور غیر منصفانہ فائدے سے اپنی دولت بڑھاتا ہے، وہ اس کے لیے جمع کرے گا جو غریب پر رحم کھا سکے۔"

نحمیہ 5:7 : " پھر میں نے خود سے مشاورت کی اور شرفا کی سرزنش کی اور ان سے کہا،تم نے سود لیا، اس کے ہر ایک بھائی سے۔ اور میں نے ان کے بالمقابل ایک اجتماع کو لا کھڑا کیا۔"

ایزیکیل 18:8:9 : " اللہ تعالیٰ نے فرمایا:" وہ شخص جس نے سود پر کوئی چیز نہیں دی، نہ کسی اضافے کو قبول کیا ،جس نے اپنا ہاتھ ناانصافی سے ہٹا لیا ، اس شخص نے اپنے بھائیوں سے سچا سلوک روا رکھا اور میری ہدایت پر عمل کیا،وہی منصف ہے،وہ یقیناً زندگی پائے گا۔"

ایزیکیل 22:12 " خدائے بزرگ وبرتر نے فرمایا" تم میں سے ایسے بھی ہیں جنہوں نے خون خرابے کے ارادے سے تحائف لیے،انہوں نے سود اور اضافے قبول کیے اور اپنے پڑوسیوں کا استحصال کرکے لالچ سے مال جمع کیا اور یہ سب کرتے ہوئے میرے احکامات کی صریح خلاف ورزی کی ہے"۔

پرانے عہد نامے کے مندرجہ بالا اقتباسات میں سود (usury) کا لفظ ان معنوں میں استعمال کیا گیا ہے:" کسی قرض دہندہ کی جانب سے قرض دار کو دیئے گئے اصل زر پر وصول کی جانے والی زائد رقم۔" قرآن مجید میں استعمال ہونے والے لفظ ربا کا بھی یہی مطلب ہے کیونکہ سورۃ النساء کی آیات (161-4) میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ یہودیوں کے لیے بھی ربا کی ممانعت کی گئی تھی۔[18]

سوال نمبر 9: کیا سود/ ربا کا تعلق صرفی قرضوں سے ہے یا اس کا اطلاق تجارتی نوعیت کے قرضوں پر بھی ہوتا ہے؟

جواب: قرضے خواہ صرفی (روزمرہ اخراجات کے لیے) ہوں یا تجارتی مقاصد کے لیے، ہر دو صورتوں میں سود کی ممانعت کی گئی ہے۔ ایسی متعدد آیات موجود ہیں جن میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے دور میں لوگ نہ صرف روزمرہ اخراجات کے لیے قرضے لیتے تھے بلکہ پیداواری مقاصد کے لیے بھی قرضے لیے جاتے تھے۔ ان میں سے چند احادیث کو ذیل میں حوالے کے طور پر دیا گیا ہے؟

---

16 مستدرک الحاکم، کتاب البیوع

17 جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی (مئی 2005ء)،سود کے بارے میں سپریم کورٹ آف پاکستان کا تاریخ ساز فیصلہ، ادارۃ المعارف ،کراچی ۔14۔ پاکستان ،صفحہ نمبر 32-31

18 ایضاً

(i) ابن سعد سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ ایک تجارتی قافلے کو شام بھجوانا چاہتے تھے۔ انہوں نے اس مقصد کی خاطر سیدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے چار ہزار درہم قرض لیے۔[19]

(ii) ابن جریر سے روایت ہے کہ عتبہ کی بیٹی اور ابوسفیان کی بیوی ہند نے تجارتی مقاصد کے لیے سیدنا عمرؓ سے چار ہزار درہم لیے تھے۔ اس نے یہ رقم سامان کی خریداری پر خرچ کی اور ان چیزوں کو کلب قبیلے کی منڈی میں فروخت کر دیا۔[20]

یہ اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ جب ربا کے متعلق قرآنی آیات نازل ہوئیں، اس وقت تجارتی مقاصد کے لیے قرضہ جات کا لین دین جاری تھا اور ربا کا لفظ محض صرفی قرضوں تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اس میں تجارتی قرضہ جات بھی شامل ہیں۔

سوال نمبر 10: کیا ربا کی ممانعت کا اطلاق قرض غیر مسلموں پر بھی یکساں طور پر ہوتا ہے؟

جواب: سود کی ادائیگی یا وصولی کے حوالے سے اسلام میں مسلمانوں اور غیر مسلموں یا افراد اور ریاستوں کے درمیان کوئی امتیاز روا نہیں رکھا گیا ہے۔ کیونکہ سود کی ممانعت نہ صرف اسلام میں کی گئی ہے بلکہ دنیا کے دیگر مذاہب نے بھی اسے باطل قرار دیا ہے۔ اس لیے سود کی ممانعت کا اطلاق مسلمانوں اور غیر مسلموں پر یکساں طور پر ہوتا ہے۔

سوال نمبر 11: روایتی بینکاری اور اسلامی بینکاری میں کیا فرق ہے؟

جواب: روایتی بینکاری اور اسلامی بینکاری میں فرق کو ذیل میں دیا گیا ہے۔

سیریل نمبر	روایتی بینکاری	اسلامی بینکاری
1	آلہ مبادلہ اور قدر کی ذخیرہ کاری کے علاوہ زر ایک جنس بھی ہے۔ تاہم اسے ایک ایسی قیمت پر فروخت کیا جاسکتا ہے جو اس کی ظاہری مالیت سے زائد ہو اور اسے کرائے پر بھی دینا ممکن ہے	اگرچہ زر کو آلہ مبادلہ اور قدر کی ذخیرہ کاری کے لیے استعمال کیا جاتا ہے تاہم زر جنس نہیں ہے۔ تاہم اسے اس کی ظاہری مالیت سے بلند قیمت پر فروخت یا کرائے پر نہیں دیا جاسکتا
2	سرمائے پر سود میعادی قدر کی بنیاد پر عائد کیا جاتا ہے	نفع یابی کی بنیاد اشیا کی تجارت پر منافع یا کسی خدمت کی فراہمی پر رقم کی وصولی ہے۔
3	اگر کسی ادارے کو بینک کے فنڈز استعمال کرتے ہوئے نقصان اٹھانا پڑ جائے تب بھی اس سے سود لیا جاتا ہے۔	اسلامی بینک نفع و نقصان میں شراکت کی بنیاد پر کام کرتے ہیں۔ بالفرض اگر کاروباری شخص نقصان اٹھاتا ہے تو مالکاری کے طریقوں (مضاربہ، مشارکہ) کے تحت بینک بھی اس نقصان میں حصہ دار ہو گا۔
4	نقد، جاری یا پیداواری سرمائے کی مالیات کو تقسیم کرتے ہوئے اشیا و خدمات کے تبادلے کا کوئی معاہدہ نہیں کیا جاتا	مضاربہ، سلم اور استصناع کے معاہدوں کے تحت فنڈز کی تقسیم کے لیے اشیا و خدمات کے مبادلے کے متعلق معاہدے ضروری ہیں۔
5	روایتی بینک زر کو جنس کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور اس کے نتیجے میں گرانی بڑھتی ہے	تجارتی سرگرمیوں کو فروغ دینے کے باعث اسلامی بینکاری بلاواسطہ طور پر اقتصادی نظام کے حقیقی شعبوں سے منسلک ہوجاتی ہے۔

سوال نمبر 12: اسلامی بینکاری کے بنیادی اصول کیا ہیں؟

جواب: اسلامی بینکاری میں کسی بھی قسم کا مالی لین دین کرنے کے لیے چھ بنیادی اصولوں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ ان اصولوں سے ربا پر مبنی مالی لین دین اور اسلامی بینکاری کے لین دین کے فرق کی وضاحت بھی ہوتی ہے۔

19 ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، بیروت، جلد سوئم، صفحہ نمبر 278
20 طبری، تاریخ الامم جلد سوئم، صفحہ نمبر 87، 23 ہجری کے واقعات

1۔معاہدے کا تقدس :
اسلامی بینکاری میں کسی بھی لین دین سے پہلے مالی ادارہ اپنے موکل کو مطمئن کرتا ہے کہ یہ لین دین اسلامی شریعت کی رو سے حلال ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی بینک کے لین دین باطل(Invalid) یا فاسد(Voidable) بنیادوں پر نہیں ہونے چاہییں۔ باطل معاہدہ ایک ایسا معاہدہ ہے جو شرعی قوانین کے تحت اپنی نوعیت کے لحاظ سے باطل کہلاتا ہے۔جبکہ فاسد معاہدہ ایسے معاہدے کو کہتے ہیں جو اپنی نوعیت میں جائز ہوتا ہے لیکن ایسے سمجھوتے میں بعض باطل اجزا کو بھی شامل کر دیا جاتا ہے۔ جب تک جائز معاہدے سے ایسے باطل اجزا کو ختم نہیں کر دیا جاتا، اس وقت تک یہ معاہدہ فاسد رہے گا۔

2۔خطرے کی شراکت :
اسلامی فقہا نے حضرت محمد ﷺ کی احادیث سے دو اصول اخذ کیے ہیں۔ یہ ''الخراج بالضمان''[21] اور ''الغنم بالغرم''۔[22] مذکورہ دونوں اصولوں کا ایک ہی مطلب ہے وہ یہ کہ ایسے کسی بھی اثاثے یا سرمائے سے اس وقت تک نفع کا حصول جائز نہیں جب تک نفع یاب شخص اس کی ملکیت کے خطرات قبول نہیں کر لیتا۔ اس لیے اسلامی بینکاری کے ہر لین دین میں اسلامی مالی ادارہ / یا اس کا امانت دار کوئی بھی نفع حاصل کرنے سے پہلے اس مادی اثاثے، حقیقی خدمات یا سرمائے کی ملکیت کا خطرہ مول لیتا ہے۔

3۔ بلاسود/ ربا :
اسلامی بینک سود/ ربا سے متعلق مالی سرگرمیوں میں ملوث نہیں ہو سکتے۔ وہ اضافی رقم کمانے کے ارادے سے کسی کو قرض پر نہیں دے سکتے۔ تاہم جیسا کہ دوسرے نکتے میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ مادی اثاثے، حقیقی خدمات یا سرمائے پر خطرہ مول لے کر نفع کماتے ہیں اور یہ نفع/ نقصان اپنے امانت داروں کو منتقل کر دیتے ہیں۔

4۔ معاشی مقصد/ سرگرمی :
اسلامی بینکاری میں ہر قسم کے لین دین کا ایک مخصوص اقتصادی مقصد/ سرگرمی ہوتی ہے جبکہ ایسے مالی لین دین کو مادی اثاثوں یا حقیقی خدمات کی اعانت بھی حاصل ہوتی ہے۔

5۔شفافیت :
اسلامی بینکاری کی کاروباری سرگرمیاں شفاف ہوتی ہیں۔مبہم شرائط وضوابط پر مبنی مالی لین دین کو اسلامی بینکاری کا حصہ نہیں بنایا جاسکتا۔شرعاً تمام شرائط و ضوابط کو معاہدے میں مناسب طور پر بیان کیا جاتا ہے۔

6۔تمام باطل مالی معاملات سے مبرا:
اسلامی بینکاری میں کسی بھی قسم کے مالی معاملہ کو انجام دیتے ہوئے اس بات کو یقینی بنایا جاتا ہے کہ مالی لین دین میں ہر قسم کی باطل کاروباری سرگرمی سے گریز کیا جائے۔ملکی قوانین کے تحت کچھ کاروباری سرگرمیوں کی اجازت دی جاسکتی ہے لیکن اگر وہ شریعت کے منافی ہیں تو اسلامی بینک ان کی مالکاری نہیں کر سکتے۔

سوال نمبر13 : شریعت/ اسلامی قانون سے کیا مراد ہے؟

جواب : لغوی معنوں میں شریعت سے مراد ہے راستہ۔ اسلام میں شریعت میں قرآن مجید میں دیئے گئے ربانی قوانین و ہدایات، حضرت محمد ﷺ کی احادیث اور علما کی جانب سے کی جانے والی فقہی تشریحات شامل ہیں۔شریعت میں اعتقادات اور مروج طریقوں سمیت اسلامی عقیدے کے تمام پہلو شامل ہوتے ہیں۔

21 منافع کے ساتھ نقصان کا بھی خطرہ ہوتا ہے

22 خطرے کی شراکت داری اور اقتصادی سرگرمیوں میں شمولیت سے منافع کا جواز فراہم ہوتا ہے

اسلامی شریعت یا ربانی قوانین کے مندرجہ ذیل چار بنیادی ماخذ ہیں :

1۔قرآن مجید
2۔حضرت محمد ﷺ کی سنت
3۔اجماع (امت کا اتفاق)
4۔قیاس

سوال نمبر 14 :اسلامی بینکاری اور روایتی بینکاری کے حتمی نتائج میں مماثلت کیوں پائی جاتی ہے؟

جواب : کسی بھی لین دین کے درست ہونے کا انحصار اس کے حتمی نتیجے پر نہیں ہوتا بلکہ اس بات پر ہوتا ہے کہ نتیجے تک پہنچنے کے لیے کون سا طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ ایسا کوئی بھی مالی لین دین جو اسلامی شریعت کے اصولوں کو مدنظر رکھ کر کیا جائے، وہ حلال کہلائے گا خواہ اس کے حتمی نتائج روایتی بینکاری سے مماثلت ہی کیوں نہ رکھتے ہوں۔

مثلاً پاکستان اور امریکا میں مک ڈونلڈ کا برگر بظاہر یکساں نظر آتا ہے،اس کی خوشبواور ذائقہ بھی وہی ہوسکتا ہے لیکن امریکی برگر حرام ہوگا جبکہ پاکستانی برگر حلال کہلائے گا کیونکہ اس کی تیاری میں جانوروں کو ذبح کرنے کے اسلامی طریقے کو اختیار کیا گیا ہے۔

اسی طرح اگر کوئی بھوکا شخص روٹی کا ایک ٹکڑا چرا کر کھا تا ہے یا اس کے برعکس روٹی کا ٹکڑا خرید کر کھائے تو بظاہر حتمی نتیجہ یکساں ہے لیکن ایک کی شریعت میں اجازت دی گئی ہے جبکہ دوسری میں اس کی اجازت نہیں ہے۔

یہی بات اسلامی اور روایتی بینکاری پر بھی صادق آتی ہے۔ لہٰذا ہم یہ نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں کہ درحقیقت کسی چیز کو استعمال کرنے کا طریقہ ہی اسے ’’حلال‘‘ یا ’’حرام‘‘ بناتا ہے۔ بظاہر اسلامی اور روایتی بینکوں میں مماثلت پائی جاتی ہے لیکن اسلامی بینکوں کے معاہدوں اور مصنوعات کی ساخت روایتی بینکوں سے بالکل مختلف ہے۔قرآن کی آیت 2:275 میں اللہ تعالیٰ نے تجارت اور سود میں پائی جانے والی مماثلت کے متعلق واضح طور پر فرمایا ہے کہ تجارت کی اجازت دی گئی جبکہ ربا کو ممنوع قرار دیا گیا ہے(اگرچہ وہ ایک جیسے معلوم ہوتے ہیں)۔

سوال نمبر 15 : گر اسلامی بینک سود پر مبنی سرگرمیوں میں سرمایہ کاری نہیں کرتے تو پھر وہ اپنے صارفین کو ادا کرنے کے لیے منافع کیسے حاصل کرتے ہیں؟

جواب : اسلامی بینک تجارت، سرمایہ کاری اور خدمات جیسی متعدد کاروباری سرگرمیوں کے لیے اپنے فنڈز استعمال کر کے منافع کماتے ہیں۔ وہ ایسی کاروباری سرگرمیوں سے حاصل ہونے والا منافع طے شدہ شرائط کے تحت اپنے کھاتے داروں کو منتقل کرتے ہیں۔

سوال نمبر 16 : کیا اسلامی بینک سود کی ادائیگی نہیں کر رہے اور اسے تجارت و سرمایہ کاری پر نفع کا جامہ پہنا دیا گیا ہے؟

جواب : نہیں ۔اسلامی بینک یا تو نفع و نقصان میں شراکت یا پھر قرض کی بنیاد پر امانتوں کو قبول کرتے ہیں۔ ان امانتوں کو شرعی طریقے استعمال کرتے ہوئے مالکاری، تجارت اور سرمایہ کاری کے لیے استعمال کیا جاتا ہے ۔اس طرح حاصل ہونے والے منافع کو امانت داروں میں پیشگی طے شدہ شرح کے مطابق تقسیم کردیا جاتا ہے، جسے سود نہیں کہا جاسکتا۔

سوال نمبر 17 : اسلامی بینک منافع کا تعین کرتے ہوئے کائبور(KIBOR) جیسے سود پر مبنی نظام کو علامتی بنیاد کے طور پر استعمال کرتے ہیں؛ پھر یہ کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی بینکاری واقعۃً اسلامی ہے؟

جواب : منافع کا تعین کرنے کے لیے اسلامی بینکوں کے پاس کسی علامتی بنیاد(Bench Mark) کا ہونا ضروری ہے۔ چونکہ یہ صنعت ابھی ترقی کے ابتدائی مراحل میں ہے،اس لیے اسلامی بینک بھی بینکاری صنعت کے لیے دستیاب علامتی بنیاد کو استعمال کر رہے ہیں۔توقع ہے کہ کاروباری حجم میں خاطرخواہ اضافے کے بعد یہ صنعت اپنی الگ علامتی بنیاد کو استعمال کرے گی۔تاہم کسی بھی اسلامی مالی لین دین کے منافع کا تعین کرنے کے لیے شرح سود کو نشانیہ کے طور پر استعمال کرنا حرام یا باطل نہیں ہے کیونکہ اس کا انحصار لین دین کی نوعیت اور طریقہ کار پر ہوتا ہے نہ کہ علامتی بنیاد پر۔

مثلاً شخص الف اور شخص ب دونوں پڑوسی ہیں۔ شخص الف شراب بیچتا ہے جس کی اسلام میں سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔اس کے برعکس شخص ب مسلمان ہے اور شخص الف کے کاروبار کو ناپسند کرتا ہے۔ اس لیے شخص ب عام مشروبات کا کاروبار شروع کردیتا ہے۔شخص ب بھی چاہتا ہے کہ وہ بھی اتنا منافع کمائے جتنا کہ شخص الف شراب بیچ کرکماتا ہے۔ اس لیے وہ فیصلہ کرتا ہے کہ وہ بھی اپنے صارفین سے اتنا ہی منافع وصول کرے گا جتنا کہ شخص الف لے رہا ہے۔ اس طرح شخص ب نے اپنے منافع کی شرح کو شخص الف کے ممنوع کاروباری منافع کی شرح سے منسلک کردیا ہے۔

یہ کہا جاسکتا ہے کہ شخص ب نے منافع کا تعین کرنے کے لیے ایک غیر موزوں نشانیہ کا انتخاب کیا ہے لیکن بعینہٖ کوئی بھی یہ نہیں کہ سکتا کہ اسے کاروبار سے حاصل ہونے والا منافع صرف اس لیے حرام ہے کیونکہ اس نے شراب کے کاروبار کے شرح منافع کو نشانیہ کے طور پر استعمال کیا ہے۔

یہی بات اسلامی بینکاری پر بھی لاگو ہوتی ہے۔ بلاشبہ قابل ترجیح اور بہتر صورتحال یہی ہوگی کہ اسلامی بینک اپنا نشانیہ خود تیار کریں۔تاہم کسی بھی متبادل کی عدم موجودگی میں شرح سود سے متعلقہ نشانیہ کو استعمال کیا جاسکتا ہے۔

سوال نمبر 18 : کیا اسلامی بینکاری صرف مسلمانوں کے لیے ہے؟

جواب : اسلامی تعلیمات کی نوعیت آفاقی ہے۔ اسلامی تعلیمات صرف مسلمانوں تک ہی محدود نہیں ہیں بلکہ ان میں یکساں طور پر غیر مسلموں کے مسائل کا حل بھی موجود ہے۔ اسلامی بینکاری کی بنیاد اخلاقی اقدار اور ایک ذمہ دار سماجی نظام پر رکھی گئی ہے۔کسی معاہدے کے فریقین میں انصاف،امداد باہمی اور دیانت داری جیسے اوصاف کا ہونا ضروری ہے تاکہ حقائق میں جعل سازی، غلط بیانی، استحصال اور عدل کی نفی سے بچا جاسکے۔ اس طرح، اسلامی بینکاری کے اصولوں پر عمل پیرا ہوکر اقتصادی نظام میں عمومی خوشحالی اور فلاح کا حصول ممکن ہوجاتا ہے۔ اس لحاظ سے اسلامی بینکاری بلاتفریق مذہب ایک مضبوط آپشن بن کر ابھرتی ہے۔

دوسرا حصّہ: اسلامی مالکاری کے طریقے

سوال نمبر 19: اسلامی بینکاری اور مالکاری کے اہم طریقے کون سے ہیں؟

جواب: اسلامی مالکاری کے طریقوں کو تین زمروں میں تقسیم کیا گیا ہے:

1۔ مالکاری کے شراکتی طریقے

الف۔مضاربہ

ب۔مشارکہ

2۔ مالکاری کے غیر شراکتی طریقے

الف۔مرابحہ

ب۔مساومہ

ج۔سلم

د۔استصناع

ہ۔اجارہ

د۔اجارہ والاقتناع

3۔دیگر معاہدات یا طریقے

الف۔وکالہ

ب۔کفالہ

ج۔رہن

سوال نمبر 20: مضاربہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: شراکت کی ایسی قسم جس میں ایک فریق مال اور دوسرا مہارت فراہم کرتا ہے۔ وہ لوگ جو مال مہیا کرتے ہیں انہیں ''رب المال'' کہا جاتا ہے جبکہ جن لوگوں کو اس کا انتظام چلانے کی ذمہ داری سونپی جاتی ہے وہ ''مضارب'' کہلاتے ہیں۔ منافع کی حصہ داری کے تناسب کا تعین مضاربہ کا معاہدہ کرتے وقت طے کیا جاتا ہے جبکہ نقصان صرف رب المال کو اٹھانا ہوتا ہے۔ اسلامی بینکوں میں کھاتے داروں کو رب المال اور بینک کو مضارب کہا جاتا ہے۔

مضاربہ کی دو اقسام ہیں:

1۔**ال مضاربہ مقیدہ:** اسلامی بینک میں رب المال کھاتے دار ہوتا ہے اور وہ مضارب کے لیے کسی مخصوص کاروبار یا مقام پر سرمایہ کاری کرنے کا پابند کرتا ہے۔

2۔**ال مضارب مطلقہ:** ایسی صورت جس میں رب المال (کھاتے دار) اپنے مضارب (بینک) کو اس بات کا اختیار دیتا ہے کہ وہ جس کاروبار کو موزوں سمجھتا ہے اسی میں سرمایہ لگائے۔

مضاربہ کے جائز ہونے کے لیے ضروری ہے کہ فریقین معاہدے کے آغاز میں منافع کی تقسیم کے متعلق فارمولا طے کرلیں۔ شریعت میں حصہ داری کے لیے منافع کے کسی مخصوص تناسب کو تجویز نہیں کیا گیا بلکہ اسے فریقین کی باہمی رضامندی پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

امانتوں کا انتظام چلانے کے لیے اسلامی بینک کھاتے داروں کے خطرات اور مدت کو مدنظر رکھتے ہوئے سرمایہ کاری کے مختلف زمرے تشکیل دیتے ہیں۔ صارفین کی امانتوں کو ان زمروں میں رکھا جاتا ہے اور سرمایہ کاری سے حاصل ہونے والے منافع کو بینک اور کھاتے داروں میں معاہدے کے وقت طے شدہ تناسب سے تقسیم کیا جاتا ہے۔

مضاربہ معاہدے میں نہ تو کسی فریق کو منافع کی یکمشت ادائیگی ممکن ہے نہ ہی کسی مخصوص شرح پر کسی فریق کے حصے کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً سرمائے کی مالیت ایک لاکھ روپے ہے تو فریقین ایسی کسی شرط پر متفق نہیں ہوسکتے کہ منافع میں دس ہزار روپے مضارب کو دیئے جائیں گے۔ نہ ہی وہ یہ کہہ سکتے ہیں رب المال کو کل سرمائے کا بیس فیصد ادا کیا جائے گا۔ تاہم ان میں اس طرح سے اتفاق رائے ہوسکتا ہے کہ حقیقی منافع میں سے 40 فیصد مضارب کے حصے میں آئے گا جبکہ 60 فیصد رب المال کو ملے گا۔

سوال نمبر21: مشارکہ کا کیا مطلب ہے؟

جواب: دو یا دو سے زائد فریقوں کے درمیان باہمی رضامندی سے طے پانے والے معاہدے کے تحت نفع ونقصان میں شراکت کی بنیاد پر کیے جانے والے کاروبار کو مشارکہ کہتے ہیں۔ شرعاً یہ ایک ایسا سمجھوتہ ہے جس کے ذریعے اسلامی بینک فنڈز فراہم کرتے ہیں اور انہیں کاروباری اداروں کے فنڈز کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔ سرمایہ فراہم کرنے والے تمام فریقوں کو انتظامی امور میں شمولیت کا حق حاصل ہے لیکن ضروری نہیں ہے کہ وہ عملی طور پر ایسا کریں۔ منافع کو فریقین کے درمیان پیشگی طے شدہ تناسب سے تقسیم کیا جاتا ہے جبکہ خسارے کی صورت میں ہرفریق کو اپنے سرمائے کے تناسب سے نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ مشارکہ میں نفع ونقصان میں حصہ داری کے اصول درج ذیل ہیں۔

1۔ ہرشراکت دار کے منافع کی حصہ داری کے تناسب کا تعین کاروبار سے حاصل ہونے والے حقیقی منافع کی بنیاد پر ہونا چاہیے نہ کہ اس بنیاد پر کہ اس شخص نے کتنی سرمایہ کاری کی ہے۔ مثلاً اگر یہ طے پاتا ہے کہ 'الف' کو اس کی سرمایہ کاری کا 10 فیصد حصہ ملے گا تو ایسی صورت میں وہ معاہدہ جائز نہیں ہوگا۔
2۔ کسی بھی شراکت دار کے لیے رقم مختص کرنے یا اس کی سرمایہ کاری سے منافع کی شرح کا تعین کرنے کی اجازت نہیں۔ اس لیے اگر 'الف' اور 'ب' کسی شراکت میں حصہ دار ہیں اور ان دونوں کے درمیان یہ طے پا گیا ہے کہ 'الف' کو اس کے منافع میں سے 10000 روپے مہینہ ادائیگی کی جائے گی اور بقایا رقم 'ب' کو ملے گی تو ایسی شراکت درست نہیں۔
3۔ اگر شراکت دار اس بات پر متفق ہوجائیں کہ ہرایک کو اس کے سرمائے کے تناسب سے منافع ادا کیا جائے گا۔ خواہ دونوں کام کرتے ہیں یا نہیں تو اسے بھی ممنوع قرار دیا گیا ہے۔
4۔ اس بات کی اجازت ہے کہ اگر کوئی سرمایہ کار کام بھی کررہا ہے، تب اسے سرمائے میں اس کے حصے سے زیادہ منافع دیا جا سکتا ہے، اس بات سے قطع نظر کہ آیا دوسرا شراکت دار کام کررہا ہے یا نہیں۔ مثلاً اگر 'الف' اور 'ب' نے کسی کاروبار میں ہزار ہزار روپے کی سرمایہ کاری کی ہے اور یہ طے پایا ہے کہ صرف 'الف' ہی کام کرے گا اور منافع کا دوتہائی اسے ملے گا جبکہ 'ب' کو ایک تہائی ملے گا۔ اسی طرح اگر معاہدے میں 'ب' پر کام کرنے کی شرط عائد کی جاتی ہے تب بھی 'الف' کے لیے منافع اس کی سرمایہ کاری سے زیادہ ہوسکتا ہے۔
5۔ اگر ایک فریق نے یہ شرط عائد کی کہ وہ مشارکہ کے تحت کام نہیں کرے گا اور خود کو کام سے بالکل الگ رکھے گا تب منافع میں اس کا حصہ اس کی سرمایہ کاری کے تناسب سے زیادہ نہیں ہوسکتا۔
6۔ اگر ایک فریق کام نہیں کررہا تو اس بناء پر میں اس کے منافع کو سرمائے میں اس کے حصے کو کم کرنا جائز نہیں۔
7۔ اگر دونوں ہی فریق کام میں حصہ لے رہے ہیں تو منافع کا حصہ سرمایہ کاری کے تناسب سے مختلف ہوسکتا ہے۔ مثلاً، شخص الف اور شخص ب دونوں نے ایک ایک ہزار روپے کی سرمایہ کاری کی ہے۔ تاہم شخص الف کو مجموعی منافع میں سے ایک تہائی حصہ ملتا ہے اور شخص ب کو دوتہائی، ایسی صورت حال کو جائز قرار دیا گیا ہے۔
8۔ اگر صرف چند شراکت دار ہی سرگرم ہیں اور دیگر محض غیر متحرک ہیں تب منافع میں سرگرم شراکت دار کے حصے کو مقرر کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً، الف اور ب سوسو روپے کی سرمایہ کاری کرتے ہیں اور یہ طے پاتا ہے کہ صرف الف ہی کام کرے گا تب الف کا منافع 50 فیصد تک ہوسکتا ہے۔ اپنی سرمایہ کاری سے زائد جو رقم وہ وصول کرے گا وہ اس کی خدمات کا معاوضہ ہوگا۔

مشارکہ میں نقصان کی صورت میں بنیادی اصول درج ہیں :

شریعت کے مطابق نقصان میں حصہ داری کے جس اصول پر تمام علما کا اتفاق ہے، وہ سیدنا علی ابن طالب کے درج ذیل قول پر مبنی ہے۔

''نقصان کو سرمایہ کاری کے تناسب کے عین مطابق تقسیم کیا جائے گا جبکہ منافع شراکت داروں کے درمیان طے پانے والے معاہدے کے تحت دیا جائے گا''۔

لہٰذا، خسارہ ہمیشہ سرمایہ کاری کے تناسب کی بنیاد پر ہوگا۔ مثلاً شخص الف نے 40 فیصد اور شخص ب نے 60 فیصد سرمایہ لگایا ہے، تب ان کے درمیان نقصان کو بھی اسی تناسب سے ہی تقسیم کیا جائے گا، نہ کم نہ زیادہ۔ اگر معاہدے میں اس اصول کے منافی کسی بھی شرط کو شامل کیا جائے تو وہ باطل تصور ہوگا۔

سوال نمبر 22: مرابحہ کیا ہے؟

جواب: مرابحہ اسلامی بینکوں میں مالکاری کا سب سے زیادہ استعمال ہونے والا طریقہ ہے۔ اس کا تعلق ایسی فروخت سے ہے جہاں پر فروخت کنندہ کے لیے جنس کی لاگت اور اس پر لیا جانے والا منافع بتانا لازم ہے۔ اسی لیے مرابحہ سود پر دیا جانے والا قرض نہیں بلکہ کسی جنس کی منافع پر فروخت ہے۔

مرابحہ کا طریقہ کار یہ ہے کہ بینک صارف کے کہنے پر مطلوبہ چیز خریدتا ہے اور اسے لاگت جمع منافع کی بنیاد پر فروخت کر دیتا ہے۔ اس انتظام کے تحت بینک پر یہ لازم ہوتا ہے کہ وہ صارف کو لاگت اور منافع کے مارجن سے آگاہ کرے۔ اس طریقہ کے تحت بینک رقم بطور قرضہ دینے کے بجائے کسی تیسرے فریق سے اشیا خرید کر انہیں صارف کو منافع پر فروخت کرتا ہے۔

یہاں ایک ابہام یہ پیدا ہوتا ہے کہ (مرابحہ کے تحت) منافع پر اشیا کی فروخت اور سود پر قرض کی فراہمی ایک ہی بات ہے کیونکہ نتائج کے اعتبار سے بھی یہ دونوں معاملات یکساں ہیں۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر مصنوعات کی ساخت اور طریقہ کار میں واضح فرق پایا جاتا ہے۔ ان میں بنیادی فرق معاہدے کی نوعیت میں پنہاں ہے۔ مرابحہ فروخت کا ایک سمجھوتہ ہے جبکہ روایتی مالکاری میں اوورڈرافٹ کی سہولت سود پر مبنی معاہدے اور لین دین پر ہوتی ہے۔ مرابحہ کے معاملے میں بینک کسی اثاثے کو فروخت کر کے اس پر منافع کماتا ہے۔ چونکہ یہ ایک تجارتی سرگرمی ہے اس لیے شریعت میں یہ حلال ہے۔ تاہم قرضے دینا اور ان پر سود لینا خالصتاً سودی لین دین ہے جسے شریعت میں حرام قرار دیا گیا ہے۔

سوال نمبر 23: مرابحہ لین دین کے بنیادی قواعد وضوابط کیا ہیں؟

جواب: مرابحہ کے قواعد وضوابط درج ذیل ہیں:

1۔ فروخت کے وقت سامان کی موجودگی، اس طرح ایسی کوئی بھی چیز جو فروخت کے وقت وجود نہیں رکھتی، اسے فروخت نہیں کیا جاسکتا اور کسی غیر موجود شے کا مرابحہ کالعدم تصور ہوگا۔
2۔ فروخت کے وقت چیز کا فروخت کار کی ملکیت میں ہونا۔ اگر وہ کوئی ایسی شے فروخت کرتا ہے جسے وہ خود حاصل نہیں کرسکتا تو ایسی فروخت کالعدم سمجھی جائے گی۔
3۔ فروخت کے وقت چیز کا فروخت کار کے قبضے میں ہونا۔ قبضے سے مراد ایسی صورتحال ہے جس میں شے کے مالک نے ابھی تک مادی طور پر اس جنس کو اپنے قبضے میں نہیں لیا تاہم وہ اس کے کنٹرول میں ہے اور جنس کے حقوق اور واجبات تمام خطرات سمیت اس کی جانب منتقل ہوگئے ہیں۔
4۔ اس فروخت کا فوری اور مطلق ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا فروخت کے لیے مستقبل کی کسی تاریخ کا تعین یا مستقبل کی کسی ہنگامی صورتحال کے لیے کی جانے والی فروخت کالعدم قرار پائے گی۔ مثلاً 'الف' یکم جنوری کو 'ب' کو یہ بتاتا ہے کہ وہ یکم فروری کو اپنی کار 'ب' کو فروخت کرے گا۔ ایسی کوئی بھی فروخت ناجائز

تصور کی جائے گی کیونکہ اس کے لیے مستقبل کی تاریخ کا تعین کیا گیا ہے۔
5۔ چیز کی قدر جائیداد پر مبنی ہونی چاہیے۔اس لیے قدر نہ رکھنے والی چیز کی خریداری یا فروخت ممکن نہیں ہے۔
6۔فروخت کی جانے والی چیز میں ایسی کسی بھی شے کی شمولیت نہیں کی جانی چاہیے جو غیر اسلامی مقاصد کے لیے استعمال کی جاتی ہو۔
7۔فروخت کی جانے والی شے متعین اور واضح طور پر قابل نشاندہی ہونی چاہیے۔مثلاً،'الف' جو ایک اپارٹمنٹ کا مالک ہے وہ 'ب' سے کہتا ہے کہ وہ ایک اپارٹمنٹ اسے فروخت کرے گا۔ایسی فروخت کالعدم قرار پائے گی کیونکہ جو اپارٹمنٹ فروخت کیا جارہا ہے اسے واضح طور پر بیان نہیں کیا گیا۔
8۔خریدار کو فروخت کی جانے والی جنس کی فراہمی کو یقینی بنایا جانا ضروری ہے اور اس کا انحصار کسی اتفاق یا ہنگامی حالت پر نہیں ہونا چاہیے۔
9۔فروخت کے جائز ہونے کے لیے قیمت پر تیقّن بھی ایک ضروری شرط سمجھی جاتی ہے۔اگر قیمت غیر یقینی ہو تو ایسی فروخت کو کالعدم سمجھا جائے گا۔
10۔فروخت کا غیر مشروط ہونا ضروری ہے۔مشروط فروخت اس وقت تک کالعدم ہوتی ہے جب تک اس شرط کو تجارتی اشیا کے استعمال کے مطابق لین دین کے حصے کے طور پر تسلیم نہ کرلیا جائے۔

سوال نمبر 24 : مرابحہ کو اسلامی بینکوں میں کس طرح استعمال کیا جاتا ہے؟

جواب : مرابحہ کو صارف کی قلیل مدتی ضروریات پوری کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔مرابحہ کے استعمال کو ذیل میں دیا گیا ہے :

1۔خام مال کی خریداری
2۔آلات کی خریداری
3۔درآمدی مالکاری
4۔برآمدی مالکاری (شپمنٹ سے قبل)
5۔جاری سرمائے کی دیگر مالکاری

اس وقت اسلامی بینکوں کی جانب سے کی جانے والی زیادہ تر مالکاری مرابحہ پر مبنی ہے۔

سوال نمبر 25 : بیع مؤجل سے کیا مراد ہے؟

جواب : ''مؤخر ادائیگی کی بنیاد پر فروخت'' کو بیع مؤجل کہا جاتا ہے۔مؤخر ادائیگی ایک ایسا قابل ادائیگی قرضہ ہے جسے خریدار کو فریقین کے درمیان طے پانے والی شرائط کے تحت یکمشت یا قسطوں میں ادا کرنا ہوتا ہے۔بیع مؤجل میں ایسی تمام اشیا ملتوی ادائیگی پر بیچنا ممکن ہے جس پر سرمائے کی تعریف کا اطلاق ہوتا ہو اور جہاں معیار سے کوئی فرق نہیں پڑتا تاہم اس کی حقیقی قدر کو ضرور مدنظر رکھا جاتا ہے۔ان اثاثوں کو سرمائے کی تعریف میں شامل نہیں کیا جاتا جن میں قیمت سے معیار کی تلافی کی جاسکتی ہو۔علما کا اس پر اجماع ہے کہ مؤخر ادائیگی میں زائد قیمت مانگنا جائز ہے۔جائز بیع مؤجل کی شرائط درج ذیل ہیں :

1۔جو قیمت ادا کی جارہی ہے معاہدے کے وقت اس کا واضح طور پر تعین ہونا چاہیے۔اس میں فریقین کے درمیان طے پانے والے منافع کی شرح کچھ بھی ہوسکتی ہے۔
2۔خریدار کو چیز کا مکمل قبضہ دینا چاہیے جبکہ ملتوی ادائیگی اس کا واجب الادا قرض سمجھی جائے گی۔
3۔ایک بار قیمت کا تعین ہوجانے کے بعد قبل از وقت ادائیگی پر بھی اس میں کمی ممکن نہیں ہے نہ ہی نادہندگی کی صورت میں قیمت کو بڑھایا جاسکتا ہے۔
4۔ قیمت کی رقم حاصل کرنے کے لیے فروخت کنندہ اس کے خریدار سے ضمانت مہیا کرنے کا تقاضا کرسکتا ہے جو رہن یا کسی چیز کی صورت میں ہوسکتی ہے۔
5۔اگر اس چیز کو اقساط پر بیچا جاتا ہے تو فروخت کنندہ اس کے خریدار پر یہ شرط عائد کرسکتا ہے کہ کسی بھی قسط کی عدم ادائیگی کی صورت میں باقی ماندہ اقساط فوری طور پر واجب الادا ہوں گی۔

سوال نمبر 26: مساومہ کیا ہے؟

جواب : مساومہ فروخت کی ایک عام قسم ہے جس میں تجارت کی جانے والی شے کی پہلے ادا کی جانے والی قیمت یا اس پر آنے والی لاگت سے قطع نظر فروخت کنندہ اور خریدار کے مابین معاملہ طے پاتا ہے۔ قیمتوں کے فارمولے کے لحاظ سے یہ مرابحہ سے مختلف ہے۔ مرابحہ کے برعکس مساومہ میں فروخت کنندہ کے لیے لاگت ظاہر کرنے کی پابندی نہیں ہے۔ دونوں فریق قیمتوں کے تعین پر بات چیت کرتے ہیں۔ تاہم مرابحہ کی دیگر تمام شرائط مساومہ کے لیے جائز ہیں۔ مساومہ ایسی صورت میں استعمال کیا جاسکتا ہے جہاں پر فروخت کنندہ کے لیے فروخت کی جانے والی اشیا پر آنے والی لاگت کا درست تعین ناممکن نہیں ہے۔

سوال نمبر 27: اجارہ کیا ہے؟

جواب : اجارہ سے مراد کسی اثاثے کے حق استفادہ کی منتقلی ہے نہ کہ حق ملکیت کی منتقلی۔ اسلامی بینکاری کے تحت بینک غور وخوص کے بعد طے شدہ مدت کے لیے کسی اثاثے کا حق استفادہ دوسرے شخص کو منتقل کرتا ہے۔ اجارہ کے تحت دیئے جانے والے اثاثے کو قابل قدر، شناخت شدہ اور معیاری ہونا چاہیے۔ وہ تمام اشیا جن کا استعمال کے دوران مناسب خیال نہیں رکھا جاتا، انہیں اجارہ میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً زر، گندم وغیرہ۔

سوال نمبر 28: اجارہ کے اہم خدوخال کیا ہیں؟

جواب : جب کوئی صارف بینک سے رابطہ کر کے اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ وہ فلاں اثاثہ/ جائیداد خریدنے کا خواہش مند ہے تو ایسی صورت میں بینک مذکورہ صارف کے حلف نامے کی بنیاد پر اس اثاثے کو اجارہ (پٹے) پر حاصل کرلیتا ہے۔ بینک وہ اثاثہ صارف کو کرائے کی طے شدہ رقم اور مقررہ مدت کے لیے پٹے پر دے دیتا ہے۔ بینک اور صارف کے درمیان طے پانے والے اجارہ سمجھوتے میں لین دین سے متعلق تمام شرائط درج ہوتی ہیں۔ اس سمجھوتے کے تحت بینک کو پٹہ دہندہ اور صارف کو پٹہ دار کہا جاتا ہے۔ اجارہ کی مدت کے دوران پٹے پر دی جانے والی جائیداد بینک کی ملکیت رہے گی اور صرف اس کا حق استفادہ ہی پٹہ دار کو منتقل کیا جائے گا۔ اجارہ لین دین میں مندرجہ ذیل اہم نکات کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔

1۔ چونکہ اجارہ پر دیئے جانے والے اثاثے کی ملکیت اسلامی بینک کے پاس ہوگی، لہٰذا اس کے تمام واجبات بھی بینک ہی کو برداشت کرنے ہوں گے۔ کسی بھی جائز اجارہ کے لیے ضروری ہے کہ دونوں فریقین پٹے پر دیئے جانے والے اثاثے کی اچھی طرح شناخت کرلیں۔

2۔ اجارہ معاہدے میں بیان کردہ مقصد کے علاوہ صارف پٹے پر دیئے جانے والے اثاثے کو کسی اور کام میں نہیں لاسکتا۔ تاہم اگر معاہدے میں کسی مخصوص مقصد کا استعمال بیان نہیں کیا گیا ہو تب صارف اسے جس مقصد کے لیے بھی چاہے استعمال کرسکتا ہے۔

3۔ اجارہ پر دیئے جانے والے اثاثے کے غلط استعمال یا غفلت کے نتیجے میں اسے پہنچنے والے نقصان کی صورت میں پٹہ دار کو اس کی تلافی کرنا ہوگی۔ اجارہ کی مدت کے دوران خطرات مول لینے کی تمام ذمہ داری بینک کی ہوگی اور اگر اثاثے کو کوئی ایسا نقصان پہنچتا ہے جو پٹہ دار کے دائرہ کار سے باہر ہو تو ایسی صورت میں پٹہ دہندہ (بینک) کو یہ نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔

4۔ دو یا دو سے زائد افراد کی ملکیت میں آنے والی جائیداد کو اجارہ پر دیا جاسکتا ہے اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی کو تمام مالکان کے درمیان جائیداد میں ان کے حصے کے تناسب سے تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ کسی مشترک جائیداد کا کوئی مالک اپنا حصہ صرف اپنے حصہ دار کو ہی پٹے پر دے سکتا ہے اور وہ کسی دوسرے کو پٹہ پر دینے کا مجاز نہیں ہے۔

5۔ اجارہ کی پوری مدت کے لیے کرائے کا تعین معاہدے کے وقت کیا جانا چاہیے۔ اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ پٹے کی مدت کے دوران مختلف مرحلوں میں کرائے کی مختلف رقم طے کی جاسکتی ہے تاہم اس کے لیے ضروری ہے کہ یہ معاملات پٹے پر دیئے جانے سے قبل طے پاجائیں۔ اگر کسی مرحلے کے لیے پٹے پر دی جانے والی چیز کے کرائے کا تعین نہیں کیا گیا ہے یا اسے پٹہ دہندہ پر چھوڑ دیا جائے تب ایسی صورت میں پٹہ جائز تصور نہیں ہوگا۔

6۔ عام طور پر پٹے پہ دی جانے والی چیز کے کرائے کا تعین پٹہ دہندہ کی جانب سے مذکورہ اثاثے پر آنے والی مجموعی لاگت کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ تاہم اگر دونوں فریق متفق ہیں اور شریعت میں بیان کردہ جائز پٹے کی تمام شرائط سے انحراف نہیں کیا گیا ہے تب ایسا اجارہ اسلامی شریعت کے عین مطابق ہوگا۔

7۔ پٹہ دہندہ یکطرفہ طور پر کرائے میں اضافہ نہیں کرسکتا اور ایسا کوئی بھی سمجھوتا کالعدم قرار پائے گا۔
8۔ پٹے کی مدت اس تاریخ سے شروع ہوگی جس پر پٹہ دار کو وہ اثاثہ منتقل کیا گیا ہے۔
9۔اگر پٹے پر دیئے جانے والے اثاثے کو اس کے طے شدہ مقصد کے بجائے کسی اور مقصد کے لیے استعمال کیا تو معاہدہ منسوخ ہوجائے گا۔
10۔کرائے کا تعین خود کیا جاسکتا ہے یا کسی اشاریے کے ذریعے اس کے نشانیہ کا تعین ممکن ہے۔ایسے معاملے میں اجارہ کی درستگی کے لیے سیلنگ اور فلور کے کرائے کو معاہدے میں صراحت کے ساتھ بیان کرنا ممکن ہے۔
11۔ پٹے کی مدت کے اختتام پر جائیداد کی ملکیت معمولی قیمت پر پٹہ دار کو ایک الگ سیلز ڈیڈ کے ذریعے منتقل کردی جائے گی۔

سوال نمبر 29: روایتی رہن مالکاری اور اسلامی رہن مالکاری میں کیا فرق ہے؟

جواب: روایتی رہن مالکاری اور اسلامی رہن مالکاری میں خاصا فرق ہے۔

روایتی رہن مالکاری میں صارف جائیداد خریدنے کے لیے قرض حاصل کرتا ہے اور یہ رقم مخصوص مدت کے بعد سود کے اضافے کے ساتھ بینک کو واپس کی جاتی ہے۔جو شریعت کے منافی ہے۔رہن مالکاری کی اسلامی سہولت کے تحت بینک صارف کے لیے مطلوبہ جائیداد کی خریداری میں حصہ دار بن جاتا ہے جس کے نتیجے میں صارف اور بینک جائیداد میں اپنے حصوں کے تناسب سے اس کے مالک بن جاتے ہیں۔ساری جائیداد کو اپنی ملکیت میں لینے اور اسے استعمال کرنے کے لیے صارف کو مقررہ مدت کے دوران جائیداد میں بینک کے حصے کو خریدنا پڑتا ہے جبکہ اسے جائیداد میں بینک کے حصے کو استعمال کرنے کے عوض کرایہ بھی ادا کرنا ہوتا ہے۔مقررہ مدت کے اندر صارف جائیداد میں بینک کے تمام حصے کو خرید کر مالک بن جاتا ہے۔

اسلامی رہن مالکاری میں کرایہ، جائیداد کی پٹہ دار کو منتقلی کے بعد ادا کیا جائے گا تاہم اس کے لیے جائیداد کا قابل استعمال حالت میں ہونا ضروری ہے۔جائیداد یا اثاثے کی قیمت ادا ہوجانے کے بعد،اس دن سے کرایہ نہیں لیا جائے گا۔اگر فراہم کرنے والے نے پوری قیمت وصول کرنے کے بعد اثاثے کی منتقلی میں تاخیر کردی ہے تو پٹہ دار کے لیے تاخیر کی مدت کے دوران کرائے کی ادائیگی ضروری نہیں ہے۔روایتی رہن مالکاری میں عام طور پر پٹے پر کرایہ اس دن سے شروع ہوجاتا ہے،جس تاریخ سے بینک نے جائیداد/ اثاثے کی خریداری کے لیے رقم کی ادائیگی کی ہے۔

سوال نمبر 30: اجارہ میں عام طور پر کرائے کی رقم کو لائبور یا کائبور جیسے سود پر مبنی علامتی بنیاد کے ساتھ منسلک کیا جاتا ہے۔کیا یہ سود پر مبنی مالکاری نہیں ہے؟

جواب: سود پر مبنی اور جائز مالکاری میں فرق محض پٹہ دہندہ کو دی جانے والی رقم میں پنہاں نہیں ہوتا۔یہاں پر بنیادی فرق یہ ہے کہ اسلامی اجارہ میں پٹہ دہندہ کو پٹے پر دیئے جانے والے اثاثے کا پورا خطرہ مول لینا پڑتا ہے۔اگر پٹے کی مدت کے دوران وہ اثاثہ تباہ ہوجاتا ہے تو ایسی صورت میں پٹہ دہندہ کو نقصان برداشت کرنا ہوگا۔اسی طرح اگر پٹے پر دیا جانے والا اثاثہ کسی غلط استعمال یا لاپرواہی کے علاوہ کسی اور وجہ سے حق استفادہ سے محروم ہوجاتا ہے تب پٹہ دہندہ اس کے کرائے کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔اس کے برعکس سود پر مبنی مالکاری میں رقم لگانے والا فریق ایسی حالت میں بھی سود وصول کرسکتا ہے اگر پٹہ دار نے قرض پر لی جانے والی رقم سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا ہے۔جب تک یہ بنیادی فرق موجود ہے ایسے لین دین کو سود پر مبنی قرار نہیں دیا جاسکتا اگرچہ پٹہ دار سے کرائے کی جس رقم کو ادا کرنے کا تقاضا کیا جاتا ہے وہ شرح سود کے مساوی ہی ہو۔

اس لیے شرح سود کو محض نشانیہ کے طور پر استعمال کرنے سے معاہدہ باطل قرار نہیں پاتا نہ ہی اسے سود پر مبنی لین دین کہا جاسکتا ہے۔تاہم بہتر یہ ہوگا کہ شرح سود کو علامتی بنیاد کے طور پر استعمال کرنے سے گریز کیا جائے تاکہ اسلامی لین دین اور سود پر مبنی لین دین میں واضح طور پر امتیاز کیا جاسکے۔

سوال نمبر31: شرح سود میں تغیر پذیری کا رجحان رہتا ہے اور کرائے کی رقم کو شرح سود سے منسلک کرنے کے نتیجے میں غیر یقینی صورتحال (غرر) پیدا ہوتی ہے، جس کی شریعت میں اجازت نہیں دی گئی ہے۔ ایسے حالات میں معاہدہ اجارہ کو کس طرح جائز کہا جائے گا؟

جواب: شریعت کی بنیادی شرائط میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تمام فریقین کو معاہدے کی تمام شقوں کے بارے میں واضح طور پر علم ہونا چاہیے۔ اجارہ معاہدے میں کرائے کی رقم کے متعلق تمام امور کو واضح طور پر درج کیا جاتا ہے۔ جب تک فریقین باہمی رضامندی سے کسی ایک نشانیہ پر متفق ہیں اس وقت تک اسی نشانیہ کی بنیاد پر کرائے کا تعین کیا جائے گا اور جتنی رقم بھی طے کی جائے گی وہ دونوں فریقین کے لیے قابل قبول ہوگی۔اس طرح کوئی بھی تنازع جنم نہیں لے گا۔

تاہم فریقین کو شرح سود میں تغیر پذیری کے باعث ان دیکھے نقصانات سے تحفظ فراہم کرنے کے لیے علما نے تجویز کیا ہے کہ معاہدے میں کرائے کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ رقم کو واضح طور پر درج کیا جائے تاکہ اسے تغیر پذیر نشانیہ کے ساتھ ہم آہنگ کیا جاسکے۔

سوال نمبر32: اجارہ والاقتناء سے کیا مراد ہے؟

جواب: شریعت میں اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ پٹہ دہندہ ایک علیحدہ دستاویز میں وعدہ کرتا ہے کہ وہ مدت کے اختتام پر پٹے پر دیا جانے والا اثاثہ پٹہ دار کو تحفتاً دے دے گا۔ تاہم اس کے لیے کرائے کی تمام رقم کی ادائیگی ضروری ہے۔ جبکہ پٹہ دار بھی اجارہ کی مدت مکمل ہونے پر اثاثے کی خریداری کے لیے یکطرفہ وعدہ کرسکتا ہے۔اس کا متبادل یہ ہوسکتا ہے کہ بینک ایک حلف نامہ دے،جس میں یہ کہا گیا ہو کہ وہ اجارہ کی مدت کے خاتمے پر اثاثہ پٹہ دار کو منتقل کردے گا۔ تاہم اجارہ سمجھوتے کا انحصار صرف پٹہ دار کے وعدے یا بینک کے حلف نامے پر نہیں ہونا چاہیے۔ ایسے انتظام کو اجارہ والاقتنا کہا جاتا ہے اور دورِ حاضر کے علما کی اکثریت نے اس کی اجازت دی ہے اور اسے اسلامی بینکوں میں بڑے پیمانے پر استعمال بھی کیا جارہا ہے۔[23]

تاہم اس انتظام کے جائز ہونے کا دارومدار دو بنیادی شرائط پر ہے۔

الف۔ اجارہ کے معاہدے میں اجارہ کی مدت کے اختتام پر پٹہ دہندہ کی جانب سے پٹہ دار کو پٹے پر دیا جانے والا اثاثہ بطور تحفہ دینے کی شق کو شامل نہیں کیا جانا چاہیے۔ اس کے لیے ایک علیحدہ دستاویز پر دستخط ہونا ضروری ہے جس میں پٹہ دار کے وعدے کو شامل کیا گیا ہو۔

ب۔ وعدہ ایک فریق کی طرف سے ہونا چاہیے اور اس کا اطلاق صرف وعدہ کرنے والے پر ہی ہونا چاہیے۔ یہ وعدہ دوطرفہ نہیں ہوسکتا کیونکہ ایسی صورت میں یہ ایک باضابطہ معاہدہ ہوگا جو مستقبل کی کسی تاریخ سے نافذ العمل تصور کیا جائے۔ فروخت اور تحفے کے معاملے میں اس بات کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔

سوال نمبر33: بیع سلم سے کیا مراد ہے؟

جواب: سلم ایسے معاہدے کو کہتے ہیں جس میں ایسی چیز کی خریداری کے لیے پیشگی رقم ادا کی جاتی ہے جنہیں مستقبل میں فراہم کیا جانا ہے۔ فروخت کنندہ حلف لیتا ہے کہ وہ خریدار کو سمجھوتے کے وقت ادا کی جانے والی رقم کے عوض مستقبل کی کسی طے شدہ تاریخ پر اشیا فراہم کردے گا۔ سمجھوتے میں خریدی جانے والی جنس کے معیار کے بارے میں صراحت سے بیان کرنا بھی ضروری ہے تاکہ بعد میں الجھاؤ کے باعث کوئی تنازع پیدا نہ ہو سکے۔ بیع سلم میں معیار، مقدار اور کاریگری کے زمروں میں آنے والی تمام چیزیں شامل ہوتی ہیں۔ اسلامی بینکوں میں بیع سلم کو زرعی مالکاری کے لیے بہترین قرار دیا جاتا ہے تاہم اسے صارفین کی جاری سرمائے کی ضروریات پوری کرنے کے لیے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔

---

[23] ڈاکٹر محمد عمران اشرف عثمانی (2002) Meezan Bank's Guide to Islamic Banking، دارالاشاعت، کراچی، پاکستان، صفحہ نمبر 161

حضرت محمد ﷺ نے خود بیع سلم کی اجازت دی ہے جبکہ ابتدائی اور موجودہ دور کے فقہا میں بھی اس حوالے سے کوئی اختلاف رائے موجود نہیں ہے، اگر چہ یہ لین دین شریعت کے اس بنیادی اصول سے مطابقت نہیں رکھتا کہ ایسی جنس کی فروخت ممنوع ہے جو فروخت کنندہ کے ہاتھوں میں نہ ہو۔ حضرت محمد ﷺ مکہ سے ہجرت کرنے کے بعد مدینہ آئے جہاں پر لوگ پھلوں کی خریداری کے لیے رقم کی ادائیگی جنس حاصل کرنے سے خاصا عرصہ قبل کر دیا کرتے تھے۔ جو بعد میں بھی جاری رہی۔ ایسے مالی لین دین میں اشیا کے معیار یا پیمانے کے متعلق بھی کوئی اندراج نہیں کیا جاتا تھا۔ حضرت محمد ﷺ نے حکم دیا: ''جو شخص بھی پھلوں کی خریداری کے لیے پیشگی رقم کی ادائیگی کرتا ہے اسے ایسی رقم مقررہ/ طے شدہ معیار، مخصوص پیمائش اور وزن پر کرنی چاہیے جبکہ مہیا کیے جانے کے وقت اور قیمت کا تعین بھی ضروری ہے۔ [24]

سلم کے لین دین کی سخت شرائط ہیں جنہیں ذیل میں دیا گیا ہے:

1۔ سلم کے جائز ہونے کے لیے ضروری ہے کہ خریدار معاہدہ فروخت کے مؤثر ہونے کے وقت پر پوری قیمت ادا کر دے۔ پوری رقم ادا نہ کرنے کی صورت میں یہ لین دین قرضے پر قرضہ دینے کے مترادف ہوگا، جسے حضرت محمد ﷺ نے ممنوع قرار دیا ہے۔ مزید برآں، سلم کی بنیادی حکمت یہ ہے کہ اس سے فروخت کنندہ کی فوری ضروریات کو پورا کرنے میں مدد ملتی ہے۔ اگر پوری رقم ادا نہیں کی جاتی تب اس کا مقصد حاصل نہیں کیا جاسکتا۔
2۔ سلم معاہدے کے تحت صرف ایسی اشیا کی فروخت ممکن ہے جس میں معیار اور مقدار کے متعلق صراحت سے بیان کرنا ممکن ہو۔ قیمتی پتھروں کو سلم کی بنیاد پر فروخت نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ہر پتھر کا معیار، وزن اور حجم مختلف ہوتا ہے اور اس کی قدر و قیمت کا درست تخمینہ لگانا ممکن نہیں ہے۔
3۔ کسی مخصوص جنس، زمین یا کھیت کی پیداوار پر سلم مؤثر نہیں ہوگی۔ جیسے کہ کسی مخصوص کھیت سے گندم کی رسد یا مخصوص درخت کا پھل۔ اس کی وجہ یہ امکان ہے کہ وہ فصل فراہمی سے پہلے تباہ ہوسکتی ہے اور ایسے امکانات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس چیز کی رسد مہیا کرنا غیر یقینی ہوگا۔
4۔ فروخت کی جانے والی اشیا کے معیار کے حوالے سے تمام تفصیلات کو صراحت سے بیان کرنا ضروری ہے تاکہ کوئی ابہام باقی نہ رہے کیونکہ کسی بھی قسم کے الجھاؤ سے تنازع پیدا ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔
5۔ جنس کی مقدار کے متعلق اتفاق رائے ضروری ہے۔ اس کی پیمائش یا وزن پیمانوں سے کی جائے، جس کا مطلب یہ ہے کہ عام طور پر جو وزن کیا جاتا ہے اسے مقداری نہیں کہا جاسکتا۔
6۔ معاہدے میں چیز فراہم کرنے کی درست تاریخ اور مقام کے تعین کا اندراج ضروری ہے۔
7۔ چیزوں کے حوالے سے سلم متاثر نہیں ہوگا کیونکہ انہیں برمقام مہیا کرنا ضروری ہے۔
8۔ چیز فراہم کرتے وقت فروخت کنندہ، خریدار کو روپے کے بجائے اجناس مہیا کرتا ہے، تاہم خریدار کے پاس اجناس کو ذخیرہ کرنے کے لیے مناسب مقام کی موجودگی ضروری ہے۔

سوال نمبر 34: استصناع کیا ہے؟

جواب: استصناع بیع کی ایک مخصوص قسم ہے جس میں مطلوبہ چیز بوقت معاہدہ موجود نہیں ہوتی۔ بیع کی اس قسم کو علما وفقہاء نے جائز قرار دیا ہے اور اس کی اجازت دی ہے کہ اس میں کسی حرام چیز کی بیع نہیں کی جاسکتی۔ جہاں تک مالکاری کے طریقوں کا تعلق ہے تو اسے استحسان کی بنیاد پر قانونی حیثیت دے دی گئی ہے (عوامی مفاد)۔ [25]

استصناع ایک ایسا معاہدہ ہے جس میں خریدار چیز کی تیاری، اسمبلنگ یا تعمیر کے لیے ٹھیکہ دیتا ہے۔ یہ چیز مستقبل کی کسی تاریخ کو فراہم کی جاتی ہوتی ہے۔ اس ضمن میں یہ صانع یا معمار کی ذمہ داری بن جاتی ہے کہ وہ مقررہ مدت اور معیار کے مطابق وہ چیز خریدار کو فراہم کر دے۔ چونکہ یہ فروخت استصناع معاہدہ کرتے وقت کی جاتی ہے اس لیے معاہدہ کرنے والے فریقین کو اس پیشکش کے تبادلے کی تجدید کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ استصناع کو

[24] امام بخاری، مسلم اور دیگر سے لی گئی احادیث کو دیکھیے اے اے او آئی ایف آئی 5-2004 اے صفحہ نمبر 171 میں، سلم، ایک خاص کیس کی شکل میں اس کی قانونی حیثیت اور اجازت کے لیے دیکھیے Zuhayli، 2003ء، 1، صفحہ نمبر 256

[25] او آئی سی کی اسلامک فقہ کاؤنسل، قرارداد نمبر (3/7)65 پی پی 137، 138؛ اے اے او آئی ایف آئی، 5-2004 اے، صفحہ نمبر 191

اشیاسازی،مکانات،کارخانوں،پلوں اور سڑکوں کی تعمیر پر مالکاری کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔کام شروع ہونے سے قبل کوئی بھی فریق معاہدے کو منسوخ کرسکتا ہے۔جبکہ ایک بار کام شروع ہوجانے کے بعد معاہدے کو یکطرفہ طور پر ختم نہیں کیا جاسکتا۔

سوال نمبر 35: استصناع اور اجارہ میں کیا فرق ہے؟

جواب: استصناع میں اشیا کی تیاری کے لیے مطلوبہ خام مال کا صانع خود بندوبست کرتا ہے جبکہ اجارہ کے تحت اگر کوئی شے بنوائی جائے تو صارف کو خام مال فراہم کرنا ہوتا ہے اور اشیاساز صرف اپنے ہنر اور افرادی قوت کو کام میں لاتے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اجارہ میں صانع کی خدمات طے شدہ معاوضے کے تحت حاصل کی جاتی ہیں۔مزید برآں،استصناع میں خریدار کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ اگر اشیا معاہدے میں درج کردہ معیار کی حامل نہ ہوں تو وہ معائنے کے بعد انہیں مسترد کرسکتا ہے جبکہ اجارہ میں معائنے کے حق کا کوئی وجود نہیں ہے۔

سوال نمبر 36: استصناع اور سلم میں کیا فرق ہے؟

جواب: استصناع اور سلم میں فرق کو ذیل میں بیان کیا گیا ہے۔

1۔استصناع میں جس چیز پر معاہدہ یا لین دین کیا جاتا ہے اس کا اشیا سازی سے تعلق ہونا ضروری ہے جبکہ سلم میں اشیا سازی کے علاوہ دیگر چیزوں کو بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔
2۔استصناع میں قیمت کی پیشگی ادائیگی ضروری نہیں حتیٰ کہ اس کی فراہمی کے وقت بھی پوری قیمت کی ادائیگی ضروری نہیں ہے اور فریقین کی باہمی رضامندی سے اسے غیر معینہ مدت تک ملتوی کرکے قسطوں میں ادائیگی کی جاسکتی ہے۔تاہم سلم کی صورت میں ساری قیمت پیشگی ادا کرنا لازمی ہے۔
3۔استصناع میں چیز کی فراہمی کے وقت کا تعین کرنا ضروری نہیں سمجھا جاتا جبکہ سلم میں چیز کی مقررہ وقت پر فراہمی معاہدے کا لازمی حصہ ہوتی ہے۔
4۔استصناع معاہدے کو اشیاساز کی جانب سے کام شروع کرنے سے قبل ختم کرنا ممکن ہے تاہم سلم کو یکطرفہ طور پر ختم نہیں کیا جاسکتا۔

سوال نمبر 37: کیا اسلامی بینک کو ادائیگی میں تاخیر پر جرمانہ عائد کرنے کی اختیار حاصل ہے؟

جواب: اسلامی قانون میں ایسے قرض دار پر جرمانہ عائد کیا جاسکتا ہے جو صاحب حیثیت ہو لیکن وہ کسی معقول وجہ کے بغیر قرضے کی ادائیگی میں تاخیر کررہا ہے۔قرض دار کا ایسا فعل غیر منصفانہ ہے جیسا کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

’’ایک صاحب حیثیت قرض دار جو قرض کی واپسی میں تاخیر کرتا ہے وہ ظالم ہے‘‘۔

پاکستان سمیت دنیا بھر کے مالی اداروں کو ان کے صارفین کی جانب سے بھاری غیر اداشدہ قرضوں اور نادہندگی کے مسائل کا سامنا ہے۔اگر اس مسئلے کو مناسب انداز میں حل نہ کیا گیا تو یہ اسلامی بینکاری کے لیے ایک خطرہ بن سکتا ہے۔اگر صارفین مرابحہ،اجارہ یا قسط وار قرضوں کی ادائیگی کے متعلق اپنے وعدے سے انحراف کرتے ہیں یا شراکتی طریقوں میں بینکوں کو منافع کی ادائیگی کرنے سے قاصر رہتے ہیں یا سلم و استصناع کے تحت طے شدہ وقت پر چیزیں مہیا نہیں کرتے ہیں تو ایسی صورت میں نظام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے۔مذکورہ صورتحال کے نتیجے میں بینک،مالی ادارے،امانت دار اور پوری معیشت کو سنگین نتائج کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔فقہا کے مطابق ایسے قرض داروں پر جرمانے عائد کرکے انہیں سزا دی جاسکتی ہے۔مسئلے کی سنگینی کا ادراک کرتے ہوئے اسلامی کانفرنس تنظیم کی اسلامی فقہ اکادمی اور سپریم کورٹ آف پاکستان کے شریعت اپیلٹ بینچ نے عارضی سمجھوتوں میں سزا دینے کی شق کی منظوری دے دی ہے۔اس سے بینکاری میں قرضہ جاتی نظم وضبط کو برقرار رکھنے میں مدد ملے گی۔تاہم جرمانے سے حاصل ہونے والی رقوم کو خیراتی مقاصد کے لیے استعمال میں لایا جائے گا کیونکہ جرمانے بینک کے لیے آمدنی کا ذریعہ نہیں بن سکتے۔

سوال نمبر 38: کیا اسلامی بینک صارفین کی جانب سے ادائیگی میں تاخیر یا نادہندگی کی صورت میں زرتلافی یا نقصانات کے ازالے کا دعویٰ کرسکتے ہیں؟

جواب: ہم عصر ماہرین شریعت اس امر پر متفق ہیں کہ بینکوں کو بقایا جات پر تاخیری فیس وصول کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ تاہم اس سے حاصل ہونے والی رقم کو خیراتی مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے گا۔ صرف عدالت یا تصفیہ کرنے والا کوئی آزاد ادارہ ہی جرمانے کے کسی حصے کو بینکوں کے لیے تصفیہء حساب کے طور پر مختص کرسکتا ہے۔

نادہندگی کی صورت میں بینک کو حقیقی مالی نقصان کی تلافی کی حد تک تصفیہء حساب وصول کرنے کی اجازت ہے۔ زرتلافی کی رقم کا تعین عدالت بہتر انداز میں کرسکتی ہے۔ حقیقی مالی نقصان کو روایتی لاگت کے معنوں میں نقصان نہیں کہا جاسکتا۔ بینکاروں کو عدالت یا کسی ثالث کے روبرو ایسے نقصانات کو ثابت کرنا ہوگا۔

سوال نمبر 39: بعض اوقات اسلامی بینکوں کی مالکاری روایتی بینکوں کی نسبت زیادہ مہنگی ہوتی ہے۔ ایسا کیوں ہے؟

جواب: اسلامی بینکاری ابھی اپنے ابتدائی مراحل طے کررہی ہے اورایک ایسے معاشی نظام میں اپنی بنیادیں مضبوط کرنے کے لیے کوشاں ہے جہاں پر روایتی بینکاری کے نظام کی جڑیں بہت گہری ہیں۔ روایتی بینکاری نظام کا کاروباری حجم بڑا ہونے کے باعث اسے لاگت کے لحاظ سے اسلامی بینکاری پر برتری حاصل ہے اور روایتی بینک کفایت حجم کے فوائد سے بہرہ مند ہوسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ، اسلامی بینکوں کو کچھ اضافی دستاویزیت بھی کرنی ہوتی ہے جس سے بینک کی کاروباری لاگت بڑھ جاتی ہے۔

سوال نمبر 40: کیا اسلامی شریعت میں ہنڈیوں کی بٹہ گری (Discounting) کی اجازت دی گئی ہے؟

جواب: پرامیسری نوٹ یا ہنڈی ایسا قرض ہے جسے قرض دار حاملِ ہنڈی کو ادا کرتا ہے۔ یہ قرض اصل مالیت سے زائد پر کسی دوسرے شخص کو منتقل نہیں کیا جاسکتا۔ مروجہ بینکاری میں چیک، ہنڈی یا نوٹ کی بٹہ گری میں سود ادا کرنا پڑتا ہے جبکہ اسلامی مالیاتی منڈی میں زر یا قرضے کی حامل دستاویزات پر نفع کمانا ممکن نہیں ہے تاہم حصص، اجارہ و مشارکہ کے وثیقہ جات جیسے ظاہری اثاثوں کا تبادلہ کیا جاسکتا ہے۔ اسلامی بینکوں کے پاس مالکاری کے متعدد ایسے طریقے موجود ہیں جن کے ذریعے بٹہ گری کے بغیر صارف کی ضروریات کو پورا کرنا ممکن ہے۔

علما کی اکثریت نے سونے، چاندی، کرنسیوں یا زری اکائیوں میں سلم کی اجازت نہیں دی ہے تاہم چند فقہا اس کے حامی ہیں۔ اسی طرح چند اسلامی بینک کرنسیوں میں سلم کو ہنڈیوں کی بٹہ گری کے متبادل کے طور پر استعمال کررہے ہیں۔ [26]

---

[26] محمد ایوب، Understanding Islamic Finance، WILEY 1807، 2007ء، صفحہ نمبر 245

تیسرا حصہ: اسلامی بینکاری کے عملی پہلو

سوال نمبر 41: اگر اسلامی بینک سود پر رقم نہیں دیتے تو پھر ذیل میں دیئے گئے زمروں کے لیے مالکاری کا کون سا طریقہ اختیار کیا جائے گا۔

الف۔تجارتی وصنعتی مالکاری
ب۔بجٹ خسارے کی مالکاری
ج۔غیر ملکی قرضوں کا حصول

جواب: فریقین کے درمیان مالی لین دین اس وقت تک اسلامی کہلاتا ہے جب تک وہ اسلامی شریعت کے اصولوں سے کسی بھی قسم کا انحراف نہ کرے۔شریعت میں مالکاری کے غیر سودی طریقے موجود ہیں جنہیں صارف کی کاروباری ضروریات پوری کرنے کے لیے استعمال میں لایا جاتا ہے۔ان طریقوں کو دو بڑے زمروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

پہلے زمرے میں ایسے طریقے شامل ہیں جن میں **نفع ونقصان میں شراکت کی بنیاد** پر فنڈ زجمع کرائے جاسکتے ہیں، جیسے کہ مضاربہ،مشارکہ اور کمپنیوں کے ایکویٹی سرمائے میں شرکت نفع و نقصان میں شراکت کے زمرے۔ دوسرے زمرے میں مالیات کے ایسے طریقے،جواثاثوں سمیت اشیا کی خریداری/ کرائے پر لینے اور معینہ منافع کی بنیادوں پر استعمال کیے جاتے ہیں۔اس میں مرابحہ،استصناع،سلم اور اجارہ شامل ہیں۔

اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ (اسلامی بینکوں کے ذریعے)مالی ضروریات کو مالکاری کے قانونی طریقوں سے باآسانی پورا کیا جاسکتا ہے۔انہیں ملکی یا غیرملکی ذرائع سے تجارت،صنعت یا بجٹ خسارے کو پورا کرنے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ذیل میں مالکاری کے ان طریقوں کوتفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

الف۔تجارت وصنعت کی مالکاری کے طریقے

مرابحہ،مساومہ،اجارہ اورسلم تجارت کے لیے موزوں ہیں جبکہ استصناع اشیا سازی یاتعمیراتی صنعت کے لیے موزوں ہے۔تجارت وصنعت میں خام مال،سامان تجارت اور معینہ اثاثوں کے ساتھ ساتھ جاری سرمائے کی ضروریات کے لیے بھی رقم درکار ہوتی ہے۔مرابحہ کو خام مال اور سامان تجارت کے تحت ہونے والی تمام اشیا کی خریداری کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔کارخانے،مشینری اور عمارت سمیت معینہ اثاثوں کوخریدنے کے لیے مشارکہ متناقصہ یا اجارہ زیادہ موزوں سمجھے جاتے ہیں۔جاری اخراجات پورے کرنے کی خاطر کمپنی کی تیار مصنوعات کوسلم اور استصناع کے تحت فروخت کیا جاسکتا ہے۔

ب۔میزانیہ(Budget) کے خسارے کی مالکاری کے طریقے

یہ ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ اسلامی ریاست میں میزانیہ خسارے سے گریز کرنے کی ممکنہ حدتک کوشش کی جانی چاہیے۔تاہم ناگزیر وجوہات کی بنا پر میزانیہ خسارے کوکم سے کم حد تک رکھنا ہوگا۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض اوقات میزانیہ خسارہ یا تو غیر پیداواری اخراجات کا نتیجہ ہوتا ہے یا پھرسیاسی،اقتصادی اور دیگر وجوہات کی بنا پرٹیکسوں کے ذریعے محاصل جمع کرنے کی خاطر خواہ اورموٴثر کوششیں نہیں کی جاتیں۔اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ اخراجات پورے کرنے کے لیے حکومتی اخراجات کے کام کوشفاف بنایا جائے تاکہ ان پرعوام کا اعتماد بحال ہوسکے۔اسی طرح حکومت کے محاصل جمع کرنے والے اداروں میں بدعنوانی اور دیگر خامیوں کو دورکرنے کی ضرورت ہے۔مذکورہ اقدامات سے بجٹ خسارے کوکم ازکم حدتک رکھنے میں مددمل سکتی ہے۔خسارے کی صورت میں سرکاری ادارے نجی کمپنیوں کی طرح مضاربہ اورمشارکہ وثیقہ جات کے ذریعے رقوم حاصل کرسکتے ہیں۔

ج۔غیرملکی قرضوں کا حصول

غیرملکی ذرائع سے قرض گیری کے لیے درج ذیل دوطریقے اختیار کیے جاسکتے ہیں:

i۔ وثیقہ جات کا اجرا

مشارکہ یا اجارہ کی بنیاد پر تیار کردہ وثیقہ جات کو حکومتی منصوبوں کی مالکاری کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ ایسے وثیقہ جات ملکی و غیر ملکی دونوں کرنسیوں میں جاری کیے جاسکتے ہیں اور متعلقہ منصوبوں پر طے شدہ منافع جیسی حصہ داری کی جاسکتی ہے۔ جاری کیے جانے والے وثیقہ جات کو کسی ایک خاص منصوبے تک محدود بھی کیا جاسکتا ہے یا اس کے لیے مختلف منصوبوں کی نشاندہی ممکن ہے۔

ii۔ فنڈز کا قیام

ایکویٹی، شراکت اور اجارہ کی بنیاد پر سرکاری و نجی اداروں کی اقتصادی سرگرمیوں کے لیے فنڈز کا قیام عمل میں لایا جاسکتا ہے۔ یہ فنڈز مختلف قدر اور مدت کے حامل حصص اور وثیقہ جات کے اجرا کے ذریعے ملکی اور غیر ملکی دونوں کرنسیوں میں حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ انہیں کسی مخصوص شعبے (مثلاً زراعت وغیرہ)، یا مخصوص صنعت (جیسے ٹیکسٹائل وغیرہ) یا بڑے منصوبوں کی مالکاری کے لیے قائم کیا جاسکتا ہے۔

سوال نمبر 42: اگر بینکاری بلا سود لین دین پر مبنی ہو تو عملی صورتحال کیا ہوگی؟

جواب: اسلامی بینک بھی دیگر مالی اداروں کی طرح ایک مالی ادارہ ہوتا ہے جس کا اہم ترین فریضہ بچتیں کرنے والے افراد سے رقوم جمع کر کے انہیں منافع بخش کاروبار میں لگانا ہے۔ فرق یہ ہے کہ روایتی بینک بچتیں کرنے والوں اور کاروباری افراد سے فنڈز حاصل کرنے کے لیے شرح سود کو استعمال کرتے ہیں جبکہ اسلامی بینک یہ فریضہ ایسے مالی آلات کو استعمال کرتے ہوئے انجام دیتا ہے جو اسلامی شریعت کے تقاضوں کے مطابق ہوں۔ مالی وسائل جمع کرنے کے لیے اسلامی بینک مضاربہ یا وکالہ کے معاہدات کو استعمال کرتے ہیں۔ مضاربہ کے تحت بینک کی خالص آمدنی پہلے سے طے شدہ منافع میں حصہ داری کے اصول کے تحت رقم استعمال کرنے والے (مضارب) اور رقوم فراہم کرنے والے (رب المال) کے درمیان تقسیم کی جاتی ہے۔ کاروبار میں نقصان کو بھی رقوم فراہم کرنے والے افراد میں سرمائے کے تناسب سے تقسیم کیا جاتا ہے۔ جہاں تک سرمایہ کاری امانتوں کی نوعیت کا تعلق ہے، یہ سرمایہ کاری کی عام امانتیں یا مخصوص سرمایہ کاری کھاتے ہوسکتے ہیں، جن میں مخصوص منصوبوں میں سرمایہ کاری کے لیے امانتیں جمع کرائی جاتی ہیں۔ مزید برآں، جاری بینکوں میں جاری کھاتے بھی ہوتے ہیں جن کی نوعیت بینکوں کے لیے بلا سود قرضے جیسی ہوتی ہے۔ جاری کھاتوں میں بینک اصل زر کی ضمانت دیتا ہے لیکن ان کھاتوں پر کسی بھی قسم کے منافع کی ادائیگی نہیں کی جاتی۔

وکالہ معاہدے کے تحت صارف اس بینک کو فنڈز فراہم کرتا ہے جو ان کے لیے سرمایہ کاری منتظم کی حیثیت میں کام کرتا ہے۔ بینک منتظم کی حیثیت میں خدمات کی فراہمی کے عوض طے شدہ چارجز حاصل کرتا ہے۔ ایسی فیس منہا کرنے کے بعد نفع و نقصان رقم مہیا کرنے والوں کو منتقل کر دیا جاتا ہے۔ اثاثہ جات کے لحاظ سے بینک متعدد ایسے مالی آلات بھی استعمال کرتا ہے جن میں سود کا عمل دخل نہیں ہوتا۔

سوال نمبر 43: کیا ہمیں حقیقی معنوں میں اسلامی بینکوں کی ضرورت ہے؟

جواب: اس سوال کو بہتر انداز میں سمجھنے کے لیے اسے دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

i۔ کیا ہمیں بینک کی ضرورت ہے؟
ii۔ اگر ہاں، تو ان کا شریعت کے اصولوں سے ہم آہنگ ہونا کیوں ضروری ہے؟

i۔ کیا ہمیں بینک کی ضرورت ہے؟

بینک کی ضرورت کا جائزہ لینے کے لیے یہ ضروری ہوگا کہ ہم دیکھیں کہ اس کے فرائض و اعمال کیا ہیں۔ کوئی بھی معاشرہ خواہ وہ اسلامی ہو یا سیکولر، اس میں بینک کا ایک اہم فریضہ ان لوگوں سے فنڈز اکھٹے کرنا ہے جن کے پاس فاضل رقوم موجود ہیں اور رقوم کو ایسے اداروں کے لیے مختص کرنا ہے جنہیں میزانیہ

اخراجات پورے کرنے میں مشکلات کا سامنا ہے۔ یہ فریضہ ایسی مالی منڈیوں میں مالی وساطت کے عمل کے ذریعے انجام دیا جاتا ہے جہاں پر بینکوں کو مالی سرگرمیوں میں اہم ترین حیثیت حاصل ہے۔ مالی وساطت سے معیشت میں بچت کرنے والوں اور آجروں کے مالی وسائل کی ضروریات و دستیابی میں عدم موافقت کو ختم کرکے بچت و سرمایہ کاری کے عمل کی کارکردگی میں اضافہ کیا جاتا ہے۔

بچت کرنے والے عام گھریلو صارفین ہوتے ہیں جو چھوٹی چھوٹی رقوم جمع کراتے ہیں جبکہ آجر ایسی کمپنیاں ہوتی ہیں جنہیں اپنے کاروبار کے لیے رقوم کی ضرورت ہوتی ہے۔ مالی وساطت کے ذریعے چھوٹی بچتوں کو یکجا کرکے انہیں آجروں کو فراہم کیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنی ضروریات پوری کرسکیں۔ اس کے علاوہ بچت کرنے والوں کی نسبت آجروں کو فنڈز قدرے طویل عرصے کے لیے درکار ہوتے ہیں ۔ وساطتی ادارے چھوٹے فنڈز کو جمع کرکے مدت اور سیالیت کی ترجیحات میں عدم موافقت کو حل کرتے ہیں ۔ اسی طرح بچت کنندگان اور بچت کرنے والوں میں خطرات مول لینے کے رجحانات بھی مختلف ہوتے ہیں۔ یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ چھوٹے بچت کنندگان خطرات مول لینے سے گریز کرتے ہیں اور رقوم کو محفوظ جگہ پر رکھنا چاہتے ہیں جبکہ اس کے برعکس آجر پر خطر منصوبوں میں سرمایہ کاری کرتے ہیں۔ وساطتی ادارے کا کردار بے حد اہمیت کا حامل ہوتا ہے کیونکہ وہ خطرات کے موزوں انتظام کی مختلف تکنیکوں کے ذریعے اپنے خطرات کو کم کرسکتے ہیں۔ مزید برآں، چھوٹے بچت کرنے والوں کے پاس فنڈز کو بہتر استعمال میں لانے کے متعلق معلومات اکھٹی کرنے کے ذرائع نہیں ہوتے۔ جبکہ مالی وساطتی ادارے ایسی اطلاعات جمع کرنے کی بہتر پوزیشن میں ہوتے ہیں جو فنڈز کو کامیابی سے رکھنے کے لیے ضروری ہوتی ہے۔

مندرجہ بالا سطور میں بینکوں کے کردار اور فرائض کا جو خاکہ تیار کیا گیا ہے وہ بے حد مفید اور سماجی طور پر قابل قبول ہے۔ مذکورہ دلائل یہ ثابت کرتے ہیں کہ کسی بھی معیشت میں بینکوں کا کردار بے حد ضروری ہے۔

ii۔بینکوں کا شریعت کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونا کیوں ضروری ہے؟

کمرشل بینک قرضے دینے اور لینے کی بنیاد پر کام کرتے ہیں۔ جب تک قرض دار اپنے قرضے کی باقاعدگی سے ادائیگی کرتا رہتا ہے اس وقت تک بینکوں کو فنڈز کے استعمال کی پرواہ نہیں ہوتی۔ تاہم اس سے یہ ضمانت نہیں دی جاسکتی کہ قرض دار کو جو رقم دی گئی ہے وہ اس نے کن مقاصد کے لیے استعمال کی ہے۔ اس لیے اقتصادی ترقی پر کمرشل بینکاری کے اثرات نظر نہیں آتے۔ تاہم اس کے برعکس اسلامی بینک جو مالیات فراہم کرتے ہیں اس کے استعمال میں پیداواری مقاصد کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ اسلامی بینکوں کی مالکاری کے ذریعے ایکویٹی کے ساتھ ساتھ کاروباری اداروں کی جاری سرمائے کی ضروریات کو بھی پورا کیا جاسکتا ہے جبکہ یہ توقع رکھی جاتی ہے کہ اقتصادی ترقی پر اس کے نمایاں اثرات مرتب ہوں گے۔ اسلامی بینکاری میں سود کا کوئی کردار نہیں ہے۔ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ اسلامی بینکاری کے تحت پیداواری مقاصد کے لیے مالی وسائل کو مختص کرنا صرف قرض گیری کے لیے رقوم جاری کرنے کی نسبت بہتر کاروباری سرگرمی ہے۔ اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ اسلامی شریعت کے مطابق مالی لین دین سے بینکاری نظام مستحکم ہوتا ہے اور اسے مالی بحران کا زیادہ خطرہ نہیں ہوتا۔ ربا پر مبنی زری نظام غیر منصفانہ ہوتا ہے کیونکہ اس سے بچت کنندگان اور بینک سود حاصل کرلیتے ہیں اور آجروں کو درپیش خطرات میں ان کا کوئی کردار ادا نہیں ہوتا۔

سوال نمبر 44: کیا اسلامی بینکاری میں ترقی کرنے کی صلاحیت ہے؟

جواب: اسلامی بینکاری ارتقائی مراحل سے گزر رہی ہے۔ مسلمانوں میں اس حوالے سے کوئی اختلاف نہیں ہے کہ بچت کنندگان کو اپنی بچتیں ایسی جگہ جمع کرنی چاہییں جو شرعی تقاضوں کے مطابق ہوں اور انہیں اپنی سرمایہ کاری پر جائز منافع مل سکے۔ علما اور بینکاروں نے یہ چیلنج قبول کیا اور گزشتہ چند دہائیوں کے دوران اسلامی بینکاری میں خاصی پیش رفت ہوئی ہے۔ اس دوران مالکاری کے متعدد اسلامی طریقوں کو متعارف کرایا گیا ہے۔ تاہم اسلامی بینکاری مالیات ابھی ترقی کے ابتدائی مراحل میں ہے اور اس کے تصورات میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بہتری آتی جارہی ہے۔

اسلامی بینکاری اور مالی اداروں کا دائرہ کار متعدد اسلامی اور غیر اسلامی ممالک تک وسیع ہوچکا ہے۔ اسلامی مالی نظام کے متعدد عمدہ اور معیاری آلات دنیا کے مختلف خطوں میں دستیاب ہیں ۔ اسلامی بینکاری اور مالیات کا ایک مفصل اور یکجا نظام وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مضبوط ہورہا ہے۔ اسلامی معیشت

دانوں کے نظریاتی دلائل و ماڈلز اور معاندانہ حالات کے باوجود سینکڑوں مالیاتی اداروں کو کامیابی سے چلائے جانے سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ اسلامی بینکاری کی بنیادیں ایک پائیدار نظام پر استوار ہیں اور یہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے صارفین کی تمام کاروباری ضروریات کے مطابق بینکاری کا عمدہ حل پیش کرتا ہے۔ گذشتہ بیس برسوں کے دوران اسلامی بینکوں کے اثاثوں کی شرح نمو پندرہ فیصد سالانہ تک رہی ہے۔ اب اسلامی بینکاری اداروں میں پختگی آچکی ہے اور منڈی میں سرایت کے لحاظ سے ان کی کامیابی کی سطح بے حد بلند ہے۔ یہ ایک قابل ذکر پیش رفت ہے کیونکہ جن منڈیوں میں اسلامی بینک کامیابی سے سرگرم عمل ہیں وہاں پر کمرشل بینک بے حد ترقی یافتہ اور مضبوط ہیں۔

اسلامی بینکاری کی کامیابی کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ بہت سے روایتی بینکوں نے بھی اسلامی بینکاری کے طریقوں کا استعمال شروع کردیا ہے، بالخصوص مسلمان صارفین سے معاملہ کرتے ہوئے یا مسلم اکثریتی علاقوں میں انہیں بکثرت استعمال کیا جانے لگا ہے۔

سوال نمبر 45: اسلامی بینکاری کس طرح روایتی بینکاری سے مختلف ہے؟

جواب: صارفین کی کاروباری ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اسلامی بینک جو حکمت عملی اختیار کرتے ہیں وہ روایتی بینکاری کی نسبت بالکل مختلف ہے۔ بنیادی طور پر اسلامی بینکاری کے تحت ذیل میں دیئے گئے طریقوں کے ذریعے آجروں کی کاروباری ضروریات کو پورا کیا جاتا ہے۔

1۔نفع ونقصان میں شراکت
2۔قرضے تخلیق کرنے کے طریقے (قرضوں پر اجناس کی خریداری کی مالکاری، مارک اپ کے ساتھ)

دوسری جانب روایتی بینکاری میں آجروں کی کاروباری ضروریات پوری کرنے کے لیے انہیں معینہ شرح سود پر قرضے دئے جاتے ہیں جس سے کئی سوالات جنم لیتے ہیں۔ جن کمپنیوں میں ایسے قرضوں کی سرمایہ کاری کی جاتی ہے ان کی کاروباری سرگرمیوں کے نتائج کے بارے میں ابہام پایا جاتا ہے۔ اس لیے کسی قرضے پر قرض حاصل کرنے والے ادارے کے حقیقی کاروباری نتائج کو مدنظر رکھے بغیر معین شرح منافع کی پیشگی ضمانت دینے سے تمام کاروباری خطرات مول لینے کا بار آجر کو منتقل ہو جاتا ہے۔

کیونکہ شریعت میں سود کو حرام اور معاشرے کے لیے ایک لعنت قرار دیا گیا ہے اس لیے اسلام میں بلاسود بینکاری کے فلسفے پر عمل کیا جاتا ہے۔ اسلامی بینکاری میں خیر کو مدنظر رکھتے ہوئے آفاقی بھائی چارے، اجتماعی فلاح و بہبود، خوشحالی، سماجی بہبود اور انصاف جیسے اخلاق کے اعلیٰ ترین اصولوں پر عمل کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس سود پر مبنی نظام میں دولت چند ہاتھوں میں مرتکز ہوکر رہ جاتی ہے، جس کے نتیجے میں اجارہ داریاں پیدا ہوتی ہیں، خودغرضی، لالچ، ناانصافی اور جبر کے نظام کو فروغ ملتا ہے۔

مالی وسائل کو نفع ونقصان میں شراکت کی بنیاد پر مختص کرنے سے سرمایہ کاری میں نفع آوری پر زور دیا جاتا ہے جبکہ سود پر مبنی حصہ داری میں قرضہ جاتی ساکھ کو مدنظر رکھتے ہیں۔ یہ توقع کی جاتی ہے کہ نفع آوری کی بنیاد پر جو رقوم مختص کی جائیں گی وہ زیادہ بہتر طور پر استعمال ہوں گی۔

منافع میں شراکت پر مبنی نظام معینہ شرح سود کے مقابلے میں زیادہ پائیدار ہوتا ہے۔ سود پر مبنی نظام میں بینک اس بات کا پابند ہوتا ہے کہ وہ اس کے نتائج سے قطع نظر معین منافع کی ادائیگی کرے خواہ اقتصادی صورتحال کتنی ہی خراب کیوں نہ ہو۔ اسلامی نظام میں بینک کی جانب سے منافع کی ادائیگی کا تعلق براہ راست اس کے جزدانی اثاثہ جات کے منافع سے ہوتا ہے۔ نتیجتاً، سرمائے کی لاگت پیداواری اور دیگر کاروباری حالات سے خود بخود مطابقت پیدا کرلیتی ہے۔ مزید برآں، ایسا کوئی بھی جھٹکا جس کے نتیجے میں کوئی فریق اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے سے قاصر ہو تو اسے بھی جذب کرنا ممکن ہے۔ لچکداری کے باعث فنڈز حاصل کرنے والے ادارے بھی ناکامی سے بچ جاتے ہیں بلکہ اس سے فرم کی رقومات اور ان کی واپسی کو یقینی بنانے میں مدد ملتی ہے۔ یہ وہ اہم عنصر ہے جس سے مالی نظام کو ہموار طریقے سے کام کرنے میں مدد ملتی ہے۔ چونکہ بینکوں کے اثاثے معیشت کے حقیقی شعبے میں سرمایہ کاری کے مواقع کو مدنظر رکھ کر تخلیق کیے جاتے ہیں اس لیے اشیا وخدمات کی پیداوار سے متعلق حقیقی عوامل کو ہی مالی شعبے کی شرح منافع میں تغیر پذیری کے اہم عنصر کی حیثیت

حاصل ہوجاتی ہے۔

سودی نظام کو نفع ونقصان میں شراکت پر مبنی نظام میں تبدیل کرنے کے نتیجے میں اقتصادی ترقی میں مدد ملتی ہے جس سے مخاطرہ (venture capital) اور پرخطر سرمائے کی رسد میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ خطرات مول لینے میں زیادہ افراد کی شراکت سے پیداواری مقاصد کے لیے نئے منصوبے شروع کرنے کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

سوال نمبر 46: اسلامی بینکاری ادارے کالے دھن کو سفید بنانے اور اس نوع کی دیگر غیر قانونی سرگرمیوں سے کس طرح خود کو محفوظ رکھ سکتے ہیں؟

جواب: بینکاری و مالیاتی اداروں کے ذمہ داران کی جانب سے کالے دھن کو سفید بنانے کے خلاف اقدامات کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہوگئی ہے۔ اسلامی بینکوں کی مخصوص نوعیت اور ساخت کے باعث ان کے کالے دھن کو سفید بنانے اور دیگر غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث ہونے کے امکانات بہت کم ہیں۔ اسلامی مالیاتی ادارے کوئی ایسا مالی لین دین نہیں کرسکتے جو کہ معاشرتی و اخلاقی اقدار کے منافی ہو کیونکہ ان کی تمام سرگرمیوں کو شرعی اصولوں پر پرکھا جاتا ہے اور جو اس پر پوری نہ اترتی ہوں انہیں رد کردیا جاتا ہے۔ اسلامی بینکوں کو تمبا کو نوشی، جوئے خانوں، نائٹ کلبوں اور شراب وغیرہ جیسے کاروبار میں سرمایہ کاری کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ محض کاغذی لین دین کے بجائے اسلامی بینکاری کے صارفین ایسے کاروبار میں پیسہ لگائیں جو پورے معاشرے کے لیے مفید ہو، اس سے معیشت میں حقیقی دولت بڑھے اور اضافہ قدر کو ممکن بنانے میں مدد مل سکے۔ اس لیے ''اپنے صارف کو پہچانئے'' کی پالیسی پر عمل پیرا ہونا اسلامی بینکوں کے لیے کہیں زیادہ ضروری ہے۔

مالکاری اور امانتیں جمع کرنے کے اسلامی طریقے دولت ظاہر کرنے کے غیر واضح یا غیر ظاہر کردہ ذرائع کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں کیونکہ اس کے نتیجے میں کالے دھن کو سفید بنانے کی سرگرمیوں کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ اسلامی مالکاری کے طریقوں کو مشینری، ساز وسامان اور آلات وغیرہ جیسے مادی اثاثوں کی خریداری کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ مزید برآں، اسلامی بینک ایک ایسے جامد قرض دار کا کردار ادا نہیں کرتے جسے صرف اور صرف مقررہ وقت پر سود وصول کرنے اور قرض بازیاب کرانے کی فکر لاحق رہتی ہے۔ اسلامی بینک تجارت میں شراکت دار ہوتا ہے اور اسے کاروبار کی نوعیت اور اس کے صارفین کی نفع آوری کے متعلق تشویش لاحق رہتی ہے۔ خسارے سے گریز کرنے اور اپنی ساکھ کو برقرار رکھنے کے لیے اسلامی بینکوں کو اپنے صارفین کے متعلق بے حد احتیاط سے کام لینا پڑتا ہے۔ مذکورہ بالا صورتحال کے باعث روایتی بینکوں کی نسبت اسلامی بینکوں میں کالے دھن کو سفید بنانے اور دہشت گردی کی مالکاری جیسی غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث ہونے کا امکان بہت کم ہے۔

تاہم کسی بھی ادارے میں شر پسند عناصر کی موجودگی کے امکان کو مسترد نہیں کیا جاسکتا۔ اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے پاکستان نے اسلامی بینکوں سمیت تمام بینکوں و مالیاتی اداروں میں دیانت داری کو یقینی بنانے کے لیے یکساں عالمی معیارات کو اختیار کرنے کی حکمت عملی اپنائی ہوئی ہے۔ اس مقصد کے لیے پاکستان موجودہ نظاموں اور طریقوں کو مدنظر رکھتے ہوئے دہشت گردی کے خلاف مالی جنگ اور کالے دھن کو سفید بنانے کے خلاف کثیر الجہتی حکمت عملی پر عمل پیرا ہے جبکہ منی لانڈرنگ کو موثر طور پر ختم کرنے کے لیے سخت قواعد وضوابط پر بھی عملدرآمد کیا جارہا ہے۔ ''اپنے صارف کو پہچانئے'' کے قواعد کے تحت بینکوں اور ترقیاتی مالیاتی اداروں کو صارفین کے متعلق سخت ہدایات دی گئی ہیں۔ تمام بینکوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ بھاری رقوم کے کھاتوں، رقوم نکلوانے اور منتقلیوں کی مناسب تفتیش کریں اور غیر قانونی سرگرمی کی نشاندہی کریں۔

حصّہ چہارم: پوری معیشت پر اسلامی بینکاری اور مالیات کا اطلاق

سوال نمبر 47: کیا کوئی اسلامی ملک کامیابی کے ساتھ اسلامی مالیات کے اصولوں کے تحت اپنی معیشت کو ڈھال سکتا ہے؟ نیز اس کی کامیابی کے عوامل کیا ہوں گے؟

جواب: عالمی سطح پر بینکاری سرگرمیوں کے بڑے حصے پر اب بھی روایتی بینکاری کو غلبہ حاصل ہے۔ تاہم گزشتہ تیس سالوں کے دوران کچھ اسلامی ممالک نے اسلامی بینکاری کا آغاز کیا ہے اور اسے روایتی بینکاری کے متوازی چلایا جا رہا ہے۔ اسلامی بینکوں کا سفر کامیابی سے آگے بڑھ رہا ہے اور اس کی نمو پندرہ فیصد سالانہ ہے۔ کسی بھی مثالی قانونی و ادارہ جاتی انتظام کی عدم موجودگی کے باوجود اسلامی بینکاری و مالیات کامیابی سے ہمکنار ہوئی ہے۔ اس میں شک و شبے کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ موزوں ادارہ جاتی ڈھانچے کی تشکیل کے ساتھ ہی اس میں بے پناہ وسعت کا امکان ہے۔ اسلامی مالی نظام کے قیام کے لیے ایک ایسے فریم ورک کی ضرورت ہے جس میں موزوں قومی اور بینکاری قوانین، قواعد و ضوابط، ٹیکس، اکاؤنٹنگ نظام اور متعلقہ انکشافات موجود ہوں۔

سوال نمبر 48: معیشت سے سود پر مبنی تمام لین دین کے خاتمے کے قومی و بین الاقوامی سطح پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

جواب: اگر معیشت میں سود پر مبنی تمام لین دین کو ختم کر دیا جائے تو قومی و بین الاقوامی سطح پر اس کے مندرجہ ذیل اثرات مرتب ہوں گے۔

الف) قومی سطح پر اثرات

قومی سطح پر اس کے اثرات کو ذیل میں بیان کیا گیا ہے۔

i۔ اسلامی بینکاری کے عملی طریقہ کار کو اختیار کرنا:

قومی سطح پر سود کے خاتمے کے اقتصادی نتائج کا انحصار اس بات پر ہوگا کہ اسلامی بینک کس نوعیت کی کاروباری سرگرمیاں انجام دے رہے ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اسلامی بینک شراکتی طریقوں کے ساتھ ساتھ معینہ منافع پر مبنی فروخت کے طریقے بھی اختیار کر سکتے ہیں۔ اس لیے اسلامی بینکاری میں ایسے مبادلات کے بہت امکانات موجود ہیں جن میں مالکاری کرنے والے ادارے کی سرگرمیوں اور کارکردگی کی کڑی نگرانی کی جا سکتی ہے۔ مانیٹرنگ کے لیے شراکت دار کی حیثیت سے بورڈ آف ڈائریکٹرز میں شامل ہو کر معلومات حاصل کرنے سمیت نگرانی کی مختلف تکنیکوں اور طریقوں کو استعمال میں لانا ممکن ہے۔ اقتصادی ماہرین کے مطابق اس بات سے قطع نظر کہ آیا قومی معیشت اقتصادی کساد بازاری سے گزر رہی ہے یا اس کی شرح نمو بلند سطح پر ہے، اسلامی بینکوں کو کمرشل بینکوں کی نسبت کم خطرات درپیش ہوتے ہیں۔ لہٰذا اسلامی بینکوں میں مالکاری کی نگرانی کرنے کی جتنی زیادہ بہتر صلاحیت ہوگی اتنا ہی ان کے غیر قانونی لین دین میں ملوث ہونے کے امکانات کم ہو جائیں گے۔ اس سے اسلامی بینکوں کو نفع آوری میں کمرشل بینکوں پر برتری حاصل ہو جاتی ہے۔

اسلامی بینکاری میں مالی آلات کو موزوں موافقت کے ساتھ استعمال کرنے کے خاطر خواہ مواقع ملتے ہیں۔ صارفین شراکت اور معینہ آلات کی موزوں موافقت کا انتخاب کر سکتے ہیں جس سے کم لاگت پر مؤثر نگرانی کو ممکن بنایا جا سکتا ہے۔ اسی لیے اسلامی مالی آلات زیادہ نفع بخش ہونے کے ساتھ ساتھ مؤثر بھی ہیں اور ان کے استعمال سے قومی معیشت کو اجتماعی فوائد بہم پہنچ سکتے ہیں۔

ii۔ پیداوار کی بنیاد پر وسائل کی حصہ داری:

اسلامی مالکاری کا اہم ترین پہلو یہ ہے کہ اس میں کلی اقتصادی سطح پر مالی وسائل کی حصہ داری کے بہترین طریقے موجود ہیں۔ روایتی معیشت میں مالی وسائل کی تقسیم شرح سود کے گرد گھومتی ہے اور قرض دینے کا معیار قرض گیری کرنے والے شخص کی ساکھ پر ہوتا ہے۔ سود سے پاک معیشت میں مالی وسائل پیداوار اور کمرشل معیار کے مطابق مختص کیے جاتے ہیں۔ جبکہ اسلامی مالیات میں مالکاری کی سہولتیں حاصل کرنے کا اہم عامل اس انٹرپرائز کے نتائج ہوتے ہیں جس کے کاروبار میں مالکاری ہو رہی ہے۔ جہاں مالی شعبہ اقتصادی مبادیات سے پوری طرح ہم آہنگ ہو، وہاں پر پیداواریت اور کمرشل معیار کی بنیادوں پر وسائل کی تقسیم سے اقتصادی نمو اور ترقی کو فروغ ملتا ہے۔

اسلامی مالی آلات کی دو اقسام ہیں ؛ شراکت داری اور مارک اپ ۔ جب کوئی شخص دوسری قسم کے مالی طریقے کو استعمال کرتا ہے تو اس کا مطلب صرف فراہم کنندہ سے قرضہ لینا ہوتا ہے۔ اس سے قطع نظر اسلامی بینکاری نظام میں قرضے کی فراوانی کے حوالے سے مسائل کا سامنا نہیں کرنا پڑتا کیونکہ قرضے کو حقیقی لین دین کی مالکاری یعنی مادی اشیا اور اثاثوں کی خریداری میں استعمال کیا جاتا ہے ۔ اس کے علاوہ مارک اپ صرف ایک دفعہ طے کیا جاتا ہے اور اس میں اضافہ نہیں ہوتا ہے اور یہ قرضہ منڈی کے بجائے صرف ظاہری مالیت کی بنیاد پر ہی قابل فروخت ہوتا ہے ۔ اس کی وجہ سے قرضے کی تجدید اور اسے جمع کرنے کا عمل مزید دشوار ہوجاتا ہے ۔ اس تناظر میں یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ اسلامی مالکاری میں قرضوں کا حجم ان کمرشل اور پیداواری سرگرمیوں کے حجم سے زیادہ ہوسکتا ہے جن کی مالکاری کی جارہی ہو ۔ مزید برآں روایتی معیشت میں قرضوں کی بڑی تعداد جس میں حکومتی قرضے بھی شامل ہوتے ہیں، انہیں اسلامی معیشت کے تحت اسلامی آلات میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ روایتی معیشتوں میں قرضہ جاتی آلات (بانڈز) میں بھاری حجم کے لین دین کی گنجائش نہیں ہوتی کیونکہ ایسے لین دین کا حجم جی ڈی پی پر اثر انداز ہوتا ہے ۔ سرمایہ دارانہ معیشت کے برعکس اسلامی معیشت اتنی بھاری حد تک لیوراجیہ نہیں ہوتی۔ چنانچہ اس طرح کی معیشت کو قرضوں کے نتیجے میں دھچکوں سے محفوظ رکھا جاسکتا ہے ۔

iii) بینکاری نظام کا استحکام :

ذاتی اور کاروباری مالکاری کے لین دین کے باعث روایتی بینکوں کو اثاثے رکھنے کا حق حاصل ہوتا ہے اور یہ امانت داروں کے لیے واجبات کے حوالے سے پر خطر ہوتا ہے ۔ اس لیے روایتی بینکاری نظام کو کاروبار میں مندی اور مجموعی طلب کی کمی کے باعث عدم استحکام کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ ایسی صورتحال میں کاروبار میں ناکامی کی شرح اور دیوالیہ پن میں اضافے کی وجہ سے بینکوں کی سرمایہ کاری پر شرح منافع ،اس اوسط شرح سود سے کم ہوجاتا ہے جو انہیں میعادی امانتوں پر دینا ہوتی ہے ۔ یہ صورتحال بینکوں کی کاروباری ناکامی کو ظاہر کرتی ہے ۔ اس کے برعکس اسلامی بینک صرف طلبی امانتوں کی ضمانت دیتے ہیں اور سرمایہ کاری کرنے والے امانت داروں کے خطرات میں حصہ داری کرتے ہیں ۔توقع کی جاتی ہے کہ اسلامی بینک اپنی وسیع تر سرگرمیوں کی وجہ سے مجموعی طلب کی کمی کے دور میں بھی کم نقصان اٹھائیں گے ۔ جب سرمایہ کاری میں منافع کی شرح میں کمی آتی ہے تو امانت داروں کو بھی اسی لحاظ سے منافع کی ادائیگی کم ہوجاتی ہے ۔ اسلامی بینکاری کے کاروبار میں ناکامی کا امکان روایتی بینکاری کے مقابلے میں کم ہوتا ہے ۔ اس لیے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ اسلامی بینکاری زیادہ مستحکم ہے اور اس سے ملکی معیشت کے استحکام میں اضافہ ہوتا ہے۔

ب) بین الاقوامی سطح پر اسلامی مالکاری کے فوائد :

عالمگیریت کے حالیہ دور نے ابلاغ کے فاصلوں کو ختم کر دیا ہے۔ نیز منڈیوں کی حقیقت کشائی میں بھی اضافہ ہوا ہے،جس کے باعث اب معیشتیں بیرونی عوامل سے بھی اثر انداز ہوتی ہیں ۔ یہ عوامل تجارت اور سرمائے کے ذرائع سے منتقل ہوتے ہیں۔کوئی بھی ملک عالمی تجارتی تنظیم (WTO) کی مشاورت کے بغیر تن تنہا تجارت پر کنٹرول حاصل نہیں کرسکتا ۔ عالمی مالی بحرانوں ،بالخصوص جنوب مشرقی ایشیائی ممالک میں آنے والے مالی بحران کے بعد معیشت دان اب سرمائے کے آزادانہ بہاؤ کے متعلق ترجیحات متعین کرنے لگے ہیں اور قلیل مدتی سرمایہ کاری کو اہمیت دی جارہی ہے ۔ہم یہ حقیقت نظر انداز نہیں کر سکتے کہ فنڈز کا ایسا بہاؤ سودی مالکاری سے منسلک ہوتا ہے اور قرضے ناقابل فروخت اور آزادانہ حرکت کرسکتے ہیں ۔

روایتی معیشت میں قرضہ جاتی مالکاری ایک مخروطی شکل میں نظر آتی ہے جہاں غیر ملکی بینک مقامی بینکوں کو جبکہ مقامی بینک ، افراد اور مقامی کاروباری اداروں کو قرضے فراہم کرتے ہیں ۔ اس میں زیادہ تر قرض گیری قلیل مدتی بنیادوں پر کی جاتی ہے ۔ اگر ایک دفعہ غیر ملکی بینکوں کو کسی مسئلہ کا سامنا ہو جائے تو وہ مقامی بینکوں سے اپنا پیسہ نکال لیتے ہیں اور پھر مقامی بینک ملکی قرض داروں سے قرضے کی واپسی کا تقاضا کرتے ہیں ۔ اس طرح قرضوں کا اہرام مسمار اور مالی بحران پیدا ہونا شروع ہوجاتا ہے ۔

اسلامی معیشت میں بیرونی سرمائے کو صرف اسلامی مالیاتی طریقوں کے ذریعے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے،خواہ یہ شراکت داری یا مارک اپ کی بنیاد پر ہو۔ یہ معاہدے عارضی ہوتے ہیں انہیں نہ تو نوٹس دینے پر فروخت کیا جاسکتا ہے نہ ہی ان کی واپسی ممکن ہے ۔اس لیے کسی بھی اسلامی معیشت میں جو لوگ بیرونی سرمایہ فراہم کرنا چاہتے ہیں انہیں اپنی رقوم نکلوانے سے پہلے قرضوں کی مدت پورا ہونے کا انتظار کرنا پڑے گا ۔ اسی طرح وہ افراد جو شراکت داری کی بنیاد پر بیرونی فنڈز مہیا کرنا چاہتے ہیں انہیں شراکت داری کے معاہدے پر عمل کرنا پڑے گا ۔ اس لیے اسلامی مالی نظام ان خطرات سے محفوظ ہے جو روایتی بینکاری نظام میں ہوتے ہیں ۔

سوال نمبر49 : بہت سے اسلامی ممالک عالمی بینک اور آئی ایم ایف جیسے عالمی مالیاتی اداروں سے قرضہ لینے پر خاصا انحصار کرتے ہیں ۔ اگر مسلم ممالک کی معیشتوں سے سود کو ختم کر دیا جائے تو وہ کس طرح ان اداروں اور ممالک کے ساتھ معاملات کریں گے؟

جواب : اس سوال کے تین حصے ہیں جنہیں ذیل میں دیا گیا ہے :

الف ۔ جاری قرضوں کے ساتھ کس طرح معاملہ کیا جائے؟
ب ۔ قرض گیری کے معاشی اثرات
ج ۔ قرض گیری کے متبادل

الف) جاری قرضے :

یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ اسلامی معاشی نظام کو اختیار کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس تبدیلی کے نتیجے میں روایتی بینکاری نظام کے واجب الادا قرضوں کو واپس نہیں کیا جائے گا ۔ شریعت کا بنیادی اصول یہ ہے کہ مسلمان کو اپنے معاہدوں اور وعدوں کا پاس رکھنا چاہیے ۔ اس لیے ماضی میں کیے گئے معاہدوں کے تحت اصل زر اور شرح سود کی ادائیگی کرنا ہوگی، خواہ وہ معاہدے ملکی یا غیر ملکی کمپنیوں کے ساتھ کیے گئے ہوں ۔

اگر کسی ملک کو اپنے واجب الادا قرضوں کی واپسی کے لیے سیالیت کے حصول میں دشواری کا سامنا ہے تو اسے ذیل دیئے گئے طریقوں سے حل کیا جاسکتا ہے :

معاشی مشکلات کا شکار ترقی پذیر ممالک کو منڈیوں میں ان کی نامیہ قدر سے کم قیمت پر قرضے دیئے جاتے ہیں ۔ ہر مقروض ملک کو اس کی اقتصادی صورت حال مدنظر رکھتے ہوئے رعایت دی جاتی ہے ۔ اس کے لیے قرضوں کا تبدل کرنے والے ایکویٹی کے حامل قرض دہندگان سے براہ راست بات چیت کر کے رعایتی نرخوں پر قرضے حاصل کرنا ممکن ہوتا ہے ۔

عام طور پر ترقی پذیر ممالک کی حکومتوں میں سرکاری شعبے کا حجم بڑا ہوتا ہے اور جامع ساختی مطابقت کے ذریعے اس کی نج کاری ہوسکتی ہے ۔ سرکاری ادار ے کے کچھ حصوں کی فروخت سے حاصل ہونے والی رقوم کو رعایتی نرخوں پر غیر ملکی قرضوں کی ادائیگی کے لیے استعمال میں لایا جاسکتا ہے ۔ مزید برآں سرکاری اداروں میں ایکویٹی کے عوض قرضے میں تبدل ممکن ہے جبکہ اہم اداروں کی ہولڈنگ میں بڑا حصہ مقامی افراد کے پاس ہی رہتا ہے ۔

ب) قرض گیری کے مضر اثرات :

جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے واجب الادا قرضوں کی واپسی ضروری ہے اور مسلم حکومتوں کو مستقبل میں سود کی بنیاد پر قرض گیری کرنے سے سختی کے ساتھ گریز کرنا چاہیے ۔ اس ضمن میں 1982ء میں رونما ہونے والے عالمی مالی بحران کو ذہن میں رکھنا چاہیے جس کی وجہ سے ترقی پذیر ممالک قرضے واپس کرنے کے قابل نہیں رہے تھے ۔ یہ بحران 1990ء تک جاری رہا اور اس کے بعد ترقی پذیر ممالک نے دوبارہ قرض گیری کی جانب رجوع کیا تھا ۔ قرضے سے متعلق مسائل دوبارہ 1997ء میں ایشیائی ممالک میں شروع ہوئے اور اس کے ساتھ ہی زرمبادلہ کی منڈی میں بھی بحران کی صورت حال پیدا ہوگئی ۔ اس کے نتیجے میں معیشت دانوں میں گرما گرم بحث چھڑ گئی ۔ کچھ کا خیال ہے کہ مذکورہ بحران ظاہر کرتے ہیں کہ کئی ترقی پذیر ممالک قرضہ دینے والوں کی لالچ کا نشانہ بنے ہیں جبکہ دیگر کے مطابق ترقی پذیر ممالک میں بحران کی اہم وجہ ان کی کمزور اقتصادی پالیسیاں ہیں ۔

عام طور پر لیوراجیہ معیشتوں کو کھلی منڈی کے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ ایسے ممالک کو سرمایہ کی آزادانہ حرکت پذیری کے لیے آزاد زری پالیسی اور معین شرح مبادلہ دونوں میں سے کسی ایک کو منتخب کرنا ہوتا ہے ۔ تاہم جنوب مشرقی ایشیائی ممالک نے زری پالیسیوں کو آزاد رکھتے ہوئے اپنے شرح مبادلہ کو معین کرنے کی حکمت عملی اختیار کی تھی ۔ اس کے باوجود انہیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ بھاری لیوراجیہ معیشتوں کو دو مسائل درپیش رہتے ہیں ۔ پہلا یہ کہ کاروباری قرض داروں کو سست معاشی سرگرمیوں کے عرصے میں غیر متناسب بڑے خطرات درپیش رہتے ہیں کیونکہ کاروباری صورت حال جیسی بھی ہو قرضے کی واپسی ضروری ہوتی ہے ۔ ایسے حالات میں کاروبار میں ناکامی کی شرح بڑھ جاتی ہے ۔ دوسرا یہ کہ قرضہ جاتی منڈی میں توقعات کسی مخصوص جز پر مرکوز

نہیں ہوتیں۔ اس لیے اگر قرضہ جات منڈی کا ایک حصہ ہوں تو ایسی صورت میں (ایک شعبہ یا پورے ملک) غیر ادا شدہ اور مایوس کن توقعات کسی ایک حصے تک محدود نہیں رہتیں بلکہ معیشت کے تمام شعبوں پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اس امر کی اصل وجہ یہ ہے کہ روایتی قرضے قابل فروخت ہوتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں بھاری مقروض معیشتوں میں کاروباری مسائل پیدا ہوتے ہیں ۔ یہ مسئلہ اس وقت پیش آتا ہے جب قرضے قلیل مدتی ہوں اور قرض دینے والے گروپ کے ممالک بھی وہی ہوں۔ یہ بات قرض گیری کے گزشتہ بحران سے ظاہر ہوتی ہے جب جنوب مشرقی ایشیائی ممالک نے قلیل مدت کے بھاری قرضے حاصل کیے تھے ۔جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے غیر ملکی سرمائے کی آمد عدم استحکام کا باعث بنتی ہے جو اس کے herding effect (جمع ہونے کے اثرات) کا نتیجہ ہے ۔ اس لیے جتنا ممکن ہو سکے قرض گیری سے دور رہنے میں ہی بہتری ہے اور اس کے بجائے مالکاری کے اسلامی طریقوں کو استعمال میں لایا جائے۔

ج) غیر ملکی قرض گیری کے متبادل:

ایک اسلامی ملک غیر ملکی مالی وسائل سے استفادے کے لیے کیا کر سکتا ہے؟ اس سوال کا جواب غیر ملکی سرمایہ کاری کو متوجہ کرنے کے لیے مالی منڈیوں کے اختراعی استعمال میں پنہاں ہے ۔ ایسے اختراعی استعمال کے ساتھ ساتھ غیر ملکی مالی اداروں کے ساتھ بات چیت کر کے انہیں مالکاری کے اسلامی طریقوں کے فوائد سے آگاہ کیا جاسکتا ہے۔ اسلامی طریقوں کے تحت حقیقی اثاثوں اور اشیا کی خریداری میں براہ راست مالکاری کی جاتی ہے جبکہ اس کے برعکس روایتی بینکاری میں اداروں کو قرضوں کی صورت میں عام فنڈز مہیا کیے جاتے ہیں جنہیں افسر شاہی میں توسیع یا غیر مؤثر اداروں کے اخراجات پورے کرنے کے لیے استعمال میں لایا جا سکتا ہے ۔ اسلامی طریقوں کے ذریعے غیر ملکی فنڈز کے استعمال کے معاشی سرگرمیوں پر براہ راست اثرات مرتب ہوں گے جس سے معاشی ترقی کی راہ ہموار ہوگی۔ اگر مسلم ممالک اپنے حالات بہتر بنالیں تو وہ باآسانی غیر ملکی فنڈز کی توجہ اپنی جانب مبذول کرا سکتے ہیں۔

اس ضمن میں درج ذیل طریقے غیر ملکی سرمائے میں دلچسپی کا باعث بن سکتے ہیں :

1۔ غیر ملکی کرنسیوں میں اسلامی مالی آلات کا اجراء
2۔ مخصوص منصوبوں اور شعبوں کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے خصوصی فنڈز کا قیام

مثالیں:

☆ سڑکیں، نقل وحمل کے منصوبے، ایئر پورٹ اور بندرگاہوں کی تعمیر، پاور اسٹیشن وغیرہ کے استعمال کے لیے انفرااسٹرکچر فنڈ
☆ اجارہ فنڈ
☆ تجارتی مالکاری فنڈ
☆ زرعی سرمایہ کاری فنڈ
☆ صنعتی سرمایہ کاری فنڈ
☆ ہاؤسنگ سرمایہ کاری مالکاری فنڈ
☆ مخصوص منصوبوں کی مالکاری کے لیے فنڈ

د) قرض گیری کی اجازت کب دی جاتی ہے؟

سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین کرنے کی ضرورت ہے کہ شریعت میں قرض گیری کی ممانعت نہیں کی گئی ۔ ایسی صورت میں قرض گیری قابل قبول ہے اگر قرضہ لینے والے کے پاس اسے واپس کرنے کے وسائل بھی موجود ہوں ۔ اسلامی مالکاری کے طریقوں میں چاہے وہ قرضوں پر مبنی ہوں، ان میں اس بات کا امکان رہتا ہے کہ قرض لینے والا اسے واپس کردے گا ۔ تاہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی ملک اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے میں ناکام ہوجاتا تو کیا اسے سود پر مبنی قرض گیری کرنی چاہیے؟ اس سوال کا جواب اسلام کے عام فقہی قوانین کے مطابق یہ ہے کہ ''ضرورت کے وقت حرام بھی حلال ہو جاتا ہے''۔ نظریہ ضرورت کے تحت شدید ضرورت کی صورت میں عام قوانین کو جزوی طور پر معطل کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ اس نظریے کے غلط استعمال کا احتمال رہتا ہے اس لیے اس بارے میں بے حد محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔

نظریہ ضرورت کے اصول کو اشد ضرورت کے معاملات میں ہی استعمال کیا جا سکتا ہے کیونکہ اس اصول کا اطلاق صرف ہنگامی حالات پر ہوتا ہے۔حتیٰ کہ ہنگامی حالت کی صورت میں بھی قوانین کو بلاحدود معطل کرنے کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔سب سے پہلے اس بات کا تعیّن کرنے کی ضرورت ہے کہ آیا واقعی ایسی صورتحال موجود ہے کہ اس نظریے کا اطلاق کیا جائے۔تاہم انفرادی معاملات میں ہر شخص اپنے ضمیر کے مطابق فیصلہ کرتا ہے جبکہ عوامی معاملات میں علما کرام متعلقہ شعبے کے ماہرین سے مشاورت کے بعد احکامات جاری کرتے ہیں ۔ دوسرا یہ کہ عام قوانین کو مکمل طور پر معطل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس ضمن میں کچھ حدود اور شرائط مقرر کی گئی ہیں۔قرآن مجید میں نظریے کی دو بنیادی شرائط کو بیان کیا گیا ہے : استعمال کنندہ کو حقیقی قانون کے تقدس کو برقرار رکھنا ہوگا اور یہ کوشش کرنا ہوگی کہ اسے کم سے کم استعمال کیا جائے ۔ غیر ملکی قرض گیری میں نظریہ ضرورت کے اطلاق کا فیصلہ علما کی صوابدید پر چھوڑ دینا چاہیے جہاں وہ اپنے ملک کی حقیقی صورتحال کا ادراک کرتے ہوئے اس بارے میں فیصلہ کرسکتے ہیں۔سود پر مبنی غیر ملکی ذرائع سے قرض گیری صرف ترقیاتی مقاصد کے لیے اشد ضرورت کے تحت ہی حاصل کی جا سکتی ہے تاہم اس کا انحصار علما کی طرف سے ''ضرورت'' کے تعین پر ہوگا۔اس کی اجازت حاصل ہونے کے بعد جس منصوبے کی مالکاری کی جارہی ہو اس کی فزیبلٹی کا سخت اور انتہائی احتیاط سے جائزہ لینا چاہیے۔قرض گیری صرف ضرورت کے تحت ہی ہونی چاہیے اور اس کے ساتھ جس منصوبے کے لیے قرضہ لیا گیا ہے،اس کے قرضے کی واپسی شیڈول کے مطابق کی جائے۔

سوال نمبر 50: کیا اسلامی بینک ملک کی معاشی ترقی میں کوئی کردار ادا کر سکتے ہیں؟

جواب : شرعی فریم ورک کے دائرے میں رہتے ہوئے اسلامی بینک مالی وسائل کے استعمال اور اس کی مؤثر تقسیم میں نہایت اہم کردار ادا کر سکتے ہیں ۔ اس مقصد کے حصول کے لیے منافع میں حصہ داری (مشارکہ اور مضاربہ) یا تجارت و اجارہ جیسے زمروں کو استعمال کیا جا سکتا ہے ۔ منافع میں حصہ داری کے طریقے کو قلیل ، درمیانی اور طویل مدتی منصوبے میں مالکاری ، درآمدی مالکاری ، برآمدی مالکاری (شپمنٹ سے قبل) اور جاری سرمائے کی مالکاری کے لیے استعمال میں لایا جا سکتا ہے ۔ معاشی شرقی میں اسلامی مالیات کے زیادہ سے زیادہ کردار کو یقینی بنانے کے لیے ایسا سازگار ماحول پیدا کرنا ضروری ہے جس میں مالکاری کرنے والے افراد کو مشارکہ یا مضاربہ پر مبنی مالکاری میں مزید فنڈز مختص کرنے پر راغب کیا جا سکے ۔

اسلامی شریعت کے تحت رائج نان پی ایل ایس طریقوں سے نہ صرف پی ایل ایس کو تقویت حاصل ہوتی ہے بلکہ اس سے معاشرے کے مختلف شعبوں کی ضروریات پوری کرنے میں بھی مدد ملتی ہے تاہم خطرات کے حوالے سے ان کی پروفائل پر ہوتا ہے۔مرابحہ جیسی تجارتی تکنیکوں میں خطرات کم اور سیالیت کے بہتر مواقع موجود ہیں ،ایسی تکنیکیں دیگر تکنیکوں کے مقابلے میں زیادہ فائدہ مند ہیں ۔ کیونکہ روایتی طریقے عدم مساوات کو کم کرنے اور اشیائے سرمایہ پیدا کرنے میں اتنا نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوسکے جتنی مرابحہ جیسی تکنیکیں کامیاب ثابت ہو رہی ہیں ۔ اجارہ سے متعلق مالکاری میں اسلامی بینک اثاثوں کی خریداری کرتا ہے، ان کا انتظام چلاتا ہے جسے بعد ازاں شرعی قانون کے مطابق صارفین کو منتقل کر دیا جاتا ہے جس کے لیے ضروری ہے کہ بینک مالی وساطت کی سرگرمیوں سے دور ہوں ۔

سلم اہم شعبوں خاص طور پر زراعت ، زراعت پر مبنی صنعتوں اور مجموعی طور پر دیہی معیشت کی پیداواری سرگرمیوں میں مالکاری کی وسیع اہلیت کا حامل ہے۔سلم کے تحت فروخت کرنے والے کو پیداوار میں اضافے کی ترغیب ملتی ہے اور وہ با آسانی اپنے قرضے کی ادائیگی کرسکتا ہے۔اس کے علاوہ سلم اجناس کی مستحکم منڈی کے قیام میں اہم کردار ادا کرتا ہے بالخصوص اسے موسمی اجناس کے لیے موزوں سمجھا جاتا ہے اور اس سے قیمتوں کے استحکام میں بھی مدد ملتی ہے۔اس سے بچت کنندگان اس قابل ہوجاتے ہیں کہ وہ زرعی مصنوعات کی فصل تیار ہونے تک اپنی فاضل رقوم کو ایسے شعبوں میں سرمایہ کاری کے لیے یا صنعتی اشیا کی ضرورت کے وقت استعمال میں لائیں۔

مذکورہ بالا سطور میں بیان کردہ صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ سود سے پاک حالات میں بھی سرمائے کی طلب و رسد جاری رہے گی جبکہ سرمایہ خطر کی وافر مقدار میں فراہمی کے ساتھ ساتھ وسائل کی مؤثر حصہ داری بھی ممکن ہوسکے گی جبکہ بینک اور مالی ادارے بھی اثاثوں پر مبنی مالیات کے اسلامی نظریے کے عین مطابق سرگرم کردار ادا کریں گے۔ اسلامی بینک نہ صرف سود کے بغیر چل سکتے بلکہ مساویانہ تقسیم کے ساتھ ترقی کے مقصد کو حاصل کرتے ہوئے معیشت میں سرمایہء خطر کی رسد میں اضافے، تشکیل سرمایہ میں سہولت دینے ، معینہ اثاثوں کی نمو اور حقیقی شعبے کی کاروباری سرگرمیوں میں بھی مددگار ہو سکتے ہیں ۔

اسلامی بینک کئی اثاثہ جاتی انتظام اور اجارہ وتجارتی کمپنیوں کے ذریعے فنڈ زاور جزدانی سرگرمیاں انجام دے سکتے ہیں۔ یہ کمپنیاں یا ادارے معیشت میں اپنا وجودخود قائم رکھ سکتے ہیں یا پھر انہیں بڑی کمپنیوں یا ذیلی اداروں کے اہم جز کی حیثیت حاصل ہوتی ہے ۔ یہ کمپنیاں سرمایہ کاری کی اسکیموں کے ذریعے مضاربہ اورکسی حد تک ایجنسی کی بنیادوں پر وسائل جمع کرسکتے ہیں جبکہ مرابحہ، اجارہ اور ایکویٹی شراکت کو بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔مخصوص شعبوں یا معاملات کے لیے ذیلی ادارے قائم کیے جا سکتے ہیں جو حقیقی تجارت اور اجارہ لین دین کی سرگرمیاں انجام دیں۔ ایسے افراد جو پی ایل ایس پر مبنی سرمایہ کاری میں نقصان برداشت نہ کرنا چاہتے ہوں وہ مقامی وغیرملکی کرنسیوں میں کاروبار کرنے والے بینکوں کے قلیل مدتی اورکم خطرات کے حامل اجارہ و مرابحہ طریقے استعمال کرسکتے ہیں۔ ایکویٹی پر مبنی فنڈز کے تحت بینک مخصوص سرمایہ کاری کھاتوں کے ذریعے ایکویٹی ظاہر کرنے کی پیشکش کرسکتے ہیں جبکہ موجودہ یا نئے کاروبار میں ممکنہ سرمایہ کاری کے مواقعوں کی نشاندہی سے بھی کھاتہ دارکو ان میں شرکت کی دعوت دی جاسکتی ہے۔ بینک کے منافع میں حصہ داری کے بجائے سرمایہ کار انٹرپرائز کے منافع میں حصہ دار ہوتا ہے اور بینک جہاں فنڈز رکھے جاتے ہیں ان پر اپنے انتظامی کام کی فیس وصول کرتا ہے۔

ملک میں چھوٹے اور درمیانے درجے کی انٹرپرائز (ایس ایم ای) کے شعبے میں پیداواری صلاحیت بڑھانے اورخودروزگاری کے وسیع مواقع موجود ہیں۔ اس لیے ذیلی شعبے ایس ایم ایز کی ترقی کے لیے مالی شعبے کے کردار میں اضافے سے بے روزگاری اور برآمدات کی نچلی سطح جیسے سنگین مسائل کوحل کیا جا سکتا ہے۔

مندرجہ بالاحقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے با آسانی یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلامی بینکاری ملکی ترقی میں مؤثر کردار ادا کرنے کی بھرپورصلاحیت رکھتی ہے۔

Bibliography

ڈاکٹر محمد عمران اشرف عثمانی (2002) Meezan Bank's Guide to Islamic Banking، دارلاشاعت، کراچی، پاکستان

جسٹس ریٹائرڈ محمد تقی عثمانی، (مئی 2005ء)، سود کے بارے میں سپریم کورٹ آف پاکستان کا تاریخ ساز فیصلہ

محمد ایوب، WILEY 1807 2007ء، John Willey اینڈ سنز لمیٹڈ

اسلامی ترقیاتی بینک، اسلامی ریسرچ اور تحقیقی ادارہ، اسلامی بینکاری: اکثر پوچھے جانے والے سوالات کے جوابات، مابد علی، علی جراحی اور منور اقبال، پیپر نمبر 4، 1422h، 2001ء